سیرت نگاری کے ماخذ کا تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر شازیہ رمضان ☆
عینی رباب ☆☆

Abstract

Seerat is an Arabic work and its meaning is 'method, way of life and methodology.' In Islamic terminology this word is specified for the relationships of Holy Prophet (S.A.W.) with non-Muslims and also the incidents of his life from birth to death, including political, social and economic matters. That is why, many books were written about seerah and will be written till the Day of Judgment. Scholars have considered Holy Quran, Sunnah, Tafseer, History ets as the basic sources of seerah.In this research article, an analytical study of the sources of seerah has been done so that the importance of sources may be explored. This will help to incline people towards seerah with the the effect that is the only way to change lives.

☆ (اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد)
☆☆ (ایم اے سکالر جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

سیرت نگاری کے ماخذ کا تحقیقی جائزہ

سیرت نگاری اسلامی تاریخ میں ایک سدا بہار موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاریخ وسوانح کے میدان میں حضرت محمد ﷺ کی ذات کے علاوہ کوئی دوسری شخصیت ایسی دکھائی نہیں دیتی کہ جس کی ولادت سے وفات تک کے عرصہ حیات کی تمام تر تفصیلات کو بمعہ جزئیات کے ایک تحقیقی انداز اور جامع اسلوب میں تحریر کیا گیا ہو۔ نبی کی سیرت پر جہاں مسلمانوں نے ہزاروں کتب لکھیں وہاں غیر مسلموں نے بھی بہت سی کتب لکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا یہ اعجاز ہے کہ ہر زمانے میں سیرت کے ہر پہلو پر کتابیں تصنیف کی گئیں اور اسی طرح آپؐ کی سیرت کا ذکر جو قرآن کریم سے شروع ہوا ہے قیامت تک جاری رہے گا۔ اسی طرح سیرت نگاری کا بڑھتا ہوا کام ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر گیا۔

لغوی معنی:

سیرۃ سَارَ یَسِیْرُ سَیْراً سے چلنے پھرنے کے معنی میں آتا ہے اس کے علاوہ اس کے معنی ہیں طریقہ، راستہ، روش شکل و صورت جس کے معنی ہیں طرز عمل برتاؤ یہ لفظ دو خود مختار سیاسی وحدتوں کے تعلقات معاملات کے لئے بولا جاتا ہے۔(۱) سیرت کا مادہ سیر بمعنی چال ہے، اسی لئے اچھے چال چلن کو ''حسن السیر ۃ'' بھی کہا جاتا ہے بعد میں یہ لفظ عام لوگوں کے حالات کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ جلد ہی سیرت کا لفظ ذات رسالت مآبؐ کے ساتھ قریب قریب مخصوص ہو گیا اور آج دنیا کی تمام مسلم زبانوں اور بہت سی غیر مسلم زبانوں میں بھی سیرت کا لفظ سرکار دوعالم ﷺ کی مبارک زندگی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

مشہور عربی لغت ''لسان العرب'' کے مطابق سیرۃ حسن السیر ۃ اچھے چال چلن کے معنی میں ہے۔(۲)

تاج العروس کے مطابق طریقہ اور برتاؤ کے معنی میں ہے کہا جاتا ہے سار الوالی فی رعیتہ سیرۃ حسنۃ یعنی حاکم نے رعایا کے ساتھ اچھے طریقے کا برتاؤ کیا۔(۳) سیرۃ کا لفظ سوانح حیات کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔

علامہ مجدالدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

السیرہ بالکسر السنة والطریقة والھئیة والمسیرة السیرة 'س' کے زیر کے ساتھ سنت، طریقہ، ہیئت اور مسافت کے معنوں میں مستعمل ہے۔(۴)

علامہ جاراللہ زمخشری وضاحت کرتے ہیں کہ:

السیر ۃ۔ سار الوالی فی الرعیة سیرۃ حسنۃ بادشاہ اپنی رعایات میں اچھے کردار اور چال چلن کے ساتھ مشہور ہوا اور احسن السیر بہترین اخلاق وکردار والا۔(۵)

''المنجد'' میں لکھا ہے کہ سارا، سیرا وتسیارا ومیسرا ومسیرۃ وسیر روۃ، جانا، چلنا اور سفر کرنا۔(۶)

مصباح اللغات میں لفظ سیرت کے یہ معنی درج کئے گئے ہیں۔

مصباح اللغات، روش، طریقہ۔(۷)

فیروز اللغات، میں علم تاریخ کے ہیں۔(۸)

جبکہ متاخرین کے نزدیک سیرت کی اصطلاح کو وسیع معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ وہ آپؐ کے غیر مسلموں کے ساتھ معاملات اور غزوات وسرایا کے ساتھ ساتھ آپؐ کی پیدائش سے لے کر وفات تک آپؐ کی زندگی کے تمام معاملات اور آپؐ کا حسب نسب آپؐ کے ازدواج اولاد، آباؤ اجداد کو سیرت کے تحت لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپؐ کی سیاست، معاشرت، معیشت، مکہ اور مدینہ کے حالات حتیٰ کہ عرب کے حالات کو بھی سیرت کا حصہ قرار دیتے ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی ''سیرت النبی ﷺ'' میں لکھتے ہیں کہ

> ''کئی صدیوں تک یہی طریقہ رہا۔ چنانچہ تیسری صدی تک جو کتابیں سیرت کے نام سے مشہور ہیں مثلاً سیرت ابن ہشام، سیرت ابن عائذ، سیرت اموی وغیرہ۔ ان میں زیادہ تر غزوات ہی کے حالات ہیں۔ البتہ زمانہ مابعد میں مغازی کے سوا اور چیزیں بھی داخل کر لی گئیں۔ مثلاً ''مواہب لدنیہ'' میں غزوات کے علاوہ باقی سب کچھ ہے۔(۹)

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے کہ:

> ''محدثین کی اصطلاح میں رسول اکرمؐ کے خاص غزوات کو مغازی کے علاوہ ''سیرۃ'' کہتے تھے۔ مثلاً ابن اسحاق کی کتاب کو مغازی بھی کہا جاتا ہے اور سیرۃ بھی، کتب مغازی کا موضوع بھی اور حقیقت اکثر سیرت ہوتا تھا۔ آگے چل کر فقہ میں سیرت کے لفظ سے غزوات اور جہاد کے احکام مراد لئے گئے۔(۱۰)

شاہ عبدالعزیز ابن شاہ ولی اللہ کے مطابق:

> **آنچہ متعلق بوجود پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام و آن عظام است واز ابتدائے تولد آنجناب تاغایت وفات آن را سیرت گویند۔(۱۱)**
>
> جو کچھ ہمارے پیغمبر اور حضرات صحابہ کی عظمت اور ان کے وجود سے متعلق ہو جس میں آنحضرت کی پیدائش سے وفات تک کے واقعات بیان کئے گئے ہوں وہ سیرت ہے۔

آپ ﷺ کے حالات زندگی کے علاوہ یہی سیرت دوسرے اہم اشخاص کی سوانح عمری کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے کتاب سیرۃ الصحابہ، سیرت عائشہ، سیرت عمر بن عبدالعزیز اور سیرت ابن تیمیہ وغیرہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ سیرۃ کا لفظ (۱) جانا، روانہ ہونا، چلنا (۲) روش، طریقہ (۳) شکل وصورت اور ہیئت (۴) کردار (۵) طرز زندگی، زندگی کے نشیب وفراز (۶) عادت (۷) قصے، کہانی، سابقہ واقعات (۸) اور ایسی سوانح جسے غور وخوض کے ساتھ لکھا و بیان کیا جائے ان سب پر لغوی طور پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔(۱۲)

سیرت کا مفہوم قرآن کی روشنی میں:

سیرت کا لفظ قرآن میں صرف ایک بار ہی استعمال ہوا ہے۔(۱۳) اور وہ بھی اصطلاحی معنی میں نہیں بلکہ لغوی معنی میں۔ قرآن مجید میں لفظ ''سیرت'' بمعنی ہیئت سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰؑ کے قصے میں اس طرح آیا ہے کہ جب ان کا عصا معجزہ کے طور پر دوڑتا ہوا سانپ بن گیا تو حضرت موسیٰ کو اسے ہاتھ میں لیتے ہوئے قدرے خوف محسوس ہوا تو ان سے ارشاد ربانی ہوا۔

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ط سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝ (۱۴)

ترجمہ: اس کو پکڑلو اور ڈرو نہیں۔ہم اس کو بھی اس کی پہلی سیرت (ہیئت وحالت) پر کردیں گے۔

گویا قرآن پاک میں یہ الفاظ چلنے پھرنے اور ہیئت وحالت کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔قرآن مجید میں فعل ماضی سار کا استعمال سورۃ قصص میں اس طرح آیا ہے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ط (۱۵)

ترجمہ: پس جب موسیٰ اپنی مدت پوری کر چکے اور اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر چل دیئے تو ان کو کوہ طور کی طرف سے آگ (روشنی) دکھائی دی۔

سیرت نگاری کے مآخذ:

سیرت نگاری کے میدان میں اس بات کا تعین کرنا بے حد ضروری ہے کہ سیرت طیبہ کو کن مآخذ سے مرتب کیا جائے۔لہٰذا سیرت نگاری کے لئے اہل علم نے درج ذیل مآخذ کو تسلیم کیا ہے۔

۱۔ قرآن مجید

۲۔ کتب احادیث

۳۔ کتب مغازی وسیر

۴۔ کتب تاریخ

۵۔ کتاب تفاسیر

۶۔ کتب اسماء الرجال

۷۔ کتب شمائل

۸۔ کتب دلائل

۹۔ کتب آثار واخبار

۱۰۔ معاصرانہ شاعری

قرآن مجید:

قرآن مجید ''سیرت رسولؐ'' کا ایک بنیادی مآخذ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سیرت رسولؐ پر عمل اور اس کی ضرورت و اہمیت کو بہت ہی موثر انداز سے بیان کیا ہے۔ اور اپنے پیغمبر ﷺ کی سیرت و کردار کو مومنوں کیلئے ایک اعلیٰ مثال کے طور پر پیش کیا ہے اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ پیغمبر کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ محض حامل قرآن نہ تھے بلکہ سراپا قرآن تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا گیا کہ آپؐ کے اخلاق پر روشنی ڈالیں تو آپؓ نے جواب دیا۔ قرآن پاک کا مطالعہ کرو قرآن پاک آپ ﷺ کے اخلاق کی ہی تفسیر ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط (۱۶)

ترجمہ: بلاشبہ تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے۔

قرآن مجید آپؐ کے اخلاق کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ٥ (۱۷)

ترجمہ: اور یقیناً تو ایک بڑے خلق پر ہے۔

ڈاکٹر انور محمود خالد لکھتے ہیں:

''قرآن مجید، سیرت رسول ﷺ کا بنیادی مآخذ ہے۔ اس الہامی کتب کی ۱۱۴ سورتوں میں حضرت محمد ﷺ کی حیات مبارکہ کے ضروری اجزاء جستہ جستہ مذکور ہیں۔ آپؐ کی ابتدائی زندگی، یتیمی، غربت، جوانی میں مالی فراغت، تلاش حق، بعثت نزول وحی، دعوت و تبلیغ، کفار کی مخالفت، اسلام کا فروغ، معراج، ہجرت حبشہ، ہجرت مدینہ، تحویل قبلہ، مشہور غزوات (بدر، احد، احزاب، حنین، تبوک اور فتح مکہ) خاندانی زندگی، اخلاق و عادات اور سیرت و کردار کے بارے میں مستند معلومات کا سرچشمہ یہی کتاب ہے۔ (۱۸)

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر دنیا سے تاریخ اسلام کی ساری کتابیں معدوم ہو جائیں اور صرف قرآن ہی باقی رہ جائے تب بھی آپؐ کی سیرت و حیات کے براہین مٹ نہیں سکتے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کہتے ہیں:

''اگر دنیا سے تاریخ اسلام کی ساری کتابیں معدوم ہو جائیں اور صرف قرآن ہی باقی رہے تب بھی آنحضرت ﷺ کی شخصیت مقدسہ اور آپؐ کی سیرت و حیات کے براہین و شواہد مٹ نہیں سکتے، کیونکہ یہ صرف قرآن ہے جو ہمیشہ دنیا کو بتلاتا رہے گا کہ اس کے لانے والا کون تھا؟ کس ملک میں پیدا ہوا؟ اور اس کے خویش دیگانہ کیسے تھے؟ قوم اور مرز بوم کا کیا حال تھا؟ اس نے کیسی زندگی بسر کی اس نے دنیا کے ساتھ کیا کیا اور

دنیا نے اس کے ساتھ کیا کیا۔اس کی باہر کی زندگی کیسی تھی اور گھر کی معاشرت کا کیا حال تھا؟اس کے دن کیسے بسر ہوتے تھے؟اور راتیں کیسے کٹتی تھیں؟اس نے کتنی عمر پائی؟کون کون سے اہم واقعات وحوادث پیش آئے؟ پھر جب دنیا سے جانے کا وقت آیا تو دنیا اور دنیا والوں کا کیا حال تھا اور جب واپس نظر وداع ڈالی تو وہ کہاں سے کہاں پہنچ چکی تھی۔''(۱۹)

قرآن مجید میں جہاں سابقہ انبیاء ورسل کی سیرت کے چند پہلوؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو بھی ایک منفرد انداز سے بیان کیا گیا ہے۔نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ ان کی خانگی واجتماعی زندگی اور عہد نبوی کے احوال پر بھی اہم معلومات کو بیان کیا ہے۔یہ معلومات قرآن مجید میں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں۔یہ معلومات انتہائی معتبر ہیں کیونکہ قرآن مجید سے زیادہ مستند اور معتبر کوئی ماخذ نہیں۔یہ بات تو غیر مسلم بھی ماننے پر مجبور ہیں۔

ڈاکٹر انور محمود خالد کہتے ہیں:

''قرآن کی اس خصوصیت میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں کہ محمد ﷺ کی سیرت اور ابتدائی اسلامی تاریخ معلوم کرنے کے لئے اس میں بنیادی باتیں موجود ہیں اور محمد ﷺ کی زندگی کے تمام تحقیق طلب امور اس کے ذریعہ صحت کے ساتھ جانچے جاسکتے ہیں کہ چنانچہ ہمیں محمد ﷺ کے مذہبی خیالات،ان کے اجتماعی افعال اور ان کی نجی زندگی کے متعلق تمام مواد قرآن میں مکمل طور پر مل جاتا ہے اور محمد ﷺ کی سیرت اور ان کا کردار معلوم کرنے کیلئے ایک ایسا شفاف آئینہ ہے جس میں سب کچھ صاف صاف نظر آتا ہے۔''(۲۰)

کتب احادیث:

قرآن مجید کے بعد سیرت کا سب سے بڑا اور بنیادی ماخذ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال ہیں جو احادیث کی شکل میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

احادیث کے راویوں کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ ہے محدثین کی بے حد تلاش، محنت، کاوش اور احتیاط کے بعد احادیث کی کتب مرتب ہوئیں اور یوں سیرت رسول کے لئے ایسا بے مثال ریکارڈ محفوظ کیا گیا جس کی دنیا کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔احادیث کی وسعتوں کا ادراک کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ انسانیت کی اہم ترین انقلابی عہد کی تاریخ اور سیرت رسول ﷺ کا جامع اور معتبر ترین ذخیرہ ہے۔اسی طرح حدیث اس عہد اور زمانہ کی تاریخ ہے جس میں آپ کو انسانیت کی فلاح کے لئے مبعوث کیا گیا۔اسی کے پیش نظر تمام محدثین جن کی سعی اور کوشش کا دنیا پر بہت بڑا احسان ہے اپنی کتب میں ان احادیث کو بھی بیان کیا جو آپؐ کی زندگی کے حالات سے متعلق ہیں۔بخاری ومسلم سے لے کر صحیح احادیث کی تمام کتب میں جو مستند احادیث ہیں ان میں سیرت کے بارے میں اہم ترین واقعات موجود ہیں اور ان احادیث کو السیر ومغازی کے ابواب کے تحت لیا جاتا ہے۔درحقیقت سیرت کا بنیادی حصہ اور آپؐ کے حالات زندگی کی بنیادی معلومات ان دونوں ماخذوں سے مکمل طور پر مل جاتی ہے۔

سیرت نگاری اس شعبے میں بعض اہل علم نے صحیحین کی بنیاد پر سیرت کی کتب لکھیں بعض نے بخاری و مسلم کے ساتھ ساتھ بقیہ کتب کو بھی سامنے رکھا اور قرآن و حدیث کی بنیاد پر سیرت کے مجموعے لکھے۔ ایسے مجموعوں میں انہوں نے صرف قرآن اور احادیث صحیحہ کا حوالہ دیا ہے جبکہ کسی تاریخ یا سیرت نگاری کا حوالہ نہیں دیا۔ اس نوعیت کے کام کا یہ فائدہ ہوا کہ اس سے سیرت نگاروں کی بہت سی تحقیقات کی تائید اس انداز سے ہوگئی کہ قرآن اور احادیث کی بنیاد پر لکھی جانے والی ان کتابوں میں اور دوسری سیرت نگاروں کے مجموعوں میں بنیادی طور پر کوئی فرق سامنے نہ آیا۔ اس سے بات معلوم ہوتی ہے کہ سیرت کے جو اصل واقعات اور اساسی معلومات ہیں وہ ساری کی ساری کتب احادیث سے ہی مل جاتی ہیں اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ احادیث نبویؐ سیرت کا اہم ترین اور مستند ماخذ ہے۔

حدیث نبویؐ کی تدوین اگرچہ عمر بن عبدالعزیز کے دور میں ہوئی لیکن صحابہؓ نے بھی آپؐ کے اقوال، عمال اور احوال ذاتی طور پر جمع کرنا شروع کر دیئے۔ اہم کتب احادیث درج ذیل ہیں۔

۱۔ صحیفہ صادقہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ۔

۲۔ صحیفہ ہمام بن منبہ: حضرت ابو ہریرہ کے شاگرد ہمام بن منبہ نے مرتب کیا۔

۳۔ کتاب الاثار: امام ابوحنیفہ

۴۔ موطا: امام مالک

۵۔ مسند احمد بن حنبل

۶۔ صحاح ستہ

کتب مغازی وسیر:

سیرت رسولؐ کا ایک اہم ماخذ مغازی اور سیرت کی وہ کتابیں ہیں جو ابتدائی دور کے بزرگوں نے مرتب کیں۔ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں سیر و مغازی کا تذکرہ مسلمانوں کا محبوب مشغلہ تھا اور وہ طرح طرح سے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، باتوں باتوں میں، عمومی اور خصوصی مجلسوں میں مسجدوں میں باہمی ملاقاتوں میں، میدان جہاد میں ان کا تذکرہ کرتے تھے۔

مغازی کا مطلب اگرچہ جنگیں ہیں لیکن اصطلاحاً اس سے مراد وہ جنگیں ہیں جن میں آپ ﷺ خود شریک ہوئے۔ اصولاً تو مغازی کو صرف ''غزوات نبوی'' اور ان میں شریک صحابہ کرام کے تذکرے تک محدود رہنا چاہئے تھا لیکن اپنے توسیعی مفہوم میں اس اصطلاح کا اطلاق آپؐ کی پوری حیات مبارکہ پر کیا جانے لگا۔ کچھ لوگوں نے مغازی کا مطالعہ واقعات اور تاریخ کے نقطہ نظر سے کیا، کچھ حضرات نے مغازی کا مطالعہ اسلام کے قانون جنگ وصلح کے ماخذ کے طور پر کیا۔ اسلام کا بین الاقوامی قانون اول اول مغازی کی صورت میں سامنے آتا ہے آپؐ نے کیا کیا ارشادات فرمائے۔ لوگوں سے معاملہ کیسے کیا۔ کس طرح سے اپنی جنگوں کو منظم کیا۔ قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ معاہدے کئے کیسے کئے اور ان کی پاسداری کی تو کیسے کی۔ کچھ لوگ ان موضوعات پر دلچسپی لینے لگے۔ اس لئے

پہلی صدی ہجری کے اواخر اور دوسری صدی ہجری کے شروع سے یہ دو الگ الگ فن بن گئے ایک علم سیر کہلایا ہے اور دوسرا علم مغازی جو گویا کتب سیرت کا ایک شعبہ بنا۔ کتب احادیث کی طرح کتب مغازی و سیرت کی باقاعدہ ابتداء بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں ہوئی۔ لیکن ان کے ابتدائی نقوش اس سے پہلے بھی ملتے ہیں۔ کتب مغازی و سیرت کی تدوین کرنے والے درج ذیل تھے۔

۱۔ عروہ بن زبیر

۲۔ ابان ابن عثمان

۳۔ وہب بن منبہ

۴۔ عبداللہ بن ابوبکر صدیق ؓ

۵۔ موسیٰ بن عقبہ

۶۔ ابن شہاب الازہری

کتب تاریخ:

اس میں شک نہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ تاریخ کی اولین بنیاد ہے جس پر تمام مسلمان فخر کرتے ہیں۔ خواہ وہ کوئی بھی زبان بولتے ہوں اور کسی علاقے کے رہنے والے ہوں۔ سیرت نبوی ہی سے آغاز کر کے مسلمانوں نے تاریخ کی تدوین کی اس لئے کہ تاریخی واقعات سے متعلق جو چیزیں وہ سب سے پہلے ضبط تحریر میں لائے وہ سیرت نبوی کے واقعات ہی تھے۔

متقدمین کی لکھی ہوئی اسلامی کتب تاریخ سیرت رسول کا ایک اہم ماخذ ہیں۔ بنیادی طور پر یہ سیرت کی کتابیں نہیں بلکہ اسلامی دنیا کے حکمرانوں، اہم شخصیتوں اور مسلمان ممالک کے احوال وقائع بیان کرنے کا ذریعہ ہے لیکن اسلام کی ابتداء کے تذکرے میں وہ آپ ؐ کی زندگی اور کارناموں کو بھی اپنا موضوع بناتی ہیں۔ تاریخ کی ان کتابوں میں کہیں آپ کی سوانح حیات مختصراً اور کہیں تفصیلاً بیان ہوئے ہیں۔

اس لئے شبلی نعمانی کہتے ہیں:

''سیرت کے سلسلے میں الگ تاریخ تصنیفات ہیں۔ ان میں سے جو محدثانہ طریقہ پر لکھی گئیں یعنی جن میں روایتیں بہ سند مذکور ہیں ان میں آپ ﷺ کے حالات اور واقعات کا جو حصہ ہے وہ بھی دراصل سیرۃ النبی ہے۔ ان میں سب سے مقدم اور قابل اسناد امام بخاری کی دونوں تاریخیں ہیں لیکن دونوں نہایت مختصر ہیں۔ تاریخ الصغیر چھپ گئی ہے مگر اس میں سیرت نبوی کا حصہ کتاب کا دسواں حصہ بھی نہیں یعنی صرف پندرہ صفحے ہیں اور ان میں بھی کوئی ترتیب نہیں۔ تاریخ الکبریٰ البتہ بڑی ہے لیکن سوانح بندی اس میں بھی بہت کم ہے اور جستہ جستہ واقعات بلا ترتیب مذکور ہیں۔ (۲۱)

ہماری قدیم کتب تاریخ میں اکثر روایات تو وہی ہیں جو حدیث اور مغازی وسیر مشہور کتابوں میں محفوظ ہیں لیکن ابتدائی دور کی تاریخی کتابوں میں ایسی روایتیں بھی خاصی تعداد میں مل جاتی ہیں جو صرف انہی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔اس لحاظ سے یہ کتب تاریخ، سیرت رسول ﷺ کے ضروری منبع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یوں تو اسلامی تاریخ پر متقدمین، متوسطین اور متاخرین نے بے شمار کتابیں لکھی ہیں لیکن سیرت کے حوالے سے صرف وہی کتابیں قابل ذکر ہیں جن میں اس مقدس ہستی کا بطور خاص تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ نیا مواد پیش کیا گیا ہے۔

تاریخ کی کتابوں میں بھی وہی روایات ہیں جو حدیث اور مغازی وسیر کی مشہور کتابوں میں محفوظ ہیں تاہم نمونہ کے طور پر متقدمین کی چند کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ تاریخ یعقوبی

۲۔ تاریخ طبری

۳۔ تاریخ ابن خلدون

۴۔ تاریخ اسلام ذہبی وغیرہ۔

کتب تفاسیر:

سیرت رسول کا ایک اور اہم ماخذ وہ کتب تفاسیر ہیں جو قرآن مجید کے معانی ومطالب کی وضاحت کیلئے متقدمین نے تحریر کیں۔

تفسیر کے لغوی معنی ظاہر کرنا ہے اور اصطلاحی معانی ایسا علم ہے جس کی مدد سے قرآن حکیم کے معانی ومطالب معلوم کئے جاتے ہیں اور اس میں موجود احکام ومسائل اور اسرار وحکم سے بحث کی جاتی ہے قرآن مجید کے اولین مفسر خود آپؐ تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو اس کتاب مفسر ترجمان قرار دیا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْکَ الْکِتٰبَ تِبْيَانًا لِّکُلِّ شَیْ ءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِيْنَ۔(۲۲)

ترجمہ: اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے۔

اور آپ کے حالات دریافت کرنے کا سب سے مستند ذریعہ کلام الٰہی ہے۔ جب قرآن مجید کی تشریح وتوضیع کی جاتی ہے تو سیرت رسول کی نسبت سے وہ مقامات زیادہ اہم ہو جاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی مخاطب کیا ہے یا پھر ان کی حیات مبارکہ کے مختلف واقعات کی طرف اجمالی اشارے کئے ہیں۔ جب یہ معلوم کرنا ہو کہ آیات قرآنی کے نزول کے اوقات، اسباب اور مقامات کون کون سے تھے اور ان کا آپؐ کی حیات مبارکہ سے کیا تعلق تھا؟ اسی لئے کتب تفاسیر، سیرت النبی کا ایک اہم سرچشمہ قرار دی گئی ہیں۔

چند اہم کتب تفاسیر درج ذیل ہیں۔

۱۔ تفہیم القرآن: مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ

۲۔ مفاتیح الغیب: فخرالدین غازی

۳۔ التفسیرالامفسرون: علامہ محمد حسین الذہبی

۴۔ تفسیر ابن کثیر: اسماعیل بن عمر بن کثیر۔

کتب اسماالرجال:

کتب رجال بھی سیرت کا اہم ماخذ رہی ہیں۔یعنی محدثین جب حدیث کا فن مرتب کر رہے تھے تو حدیث کے راویوں کے حالات بھی جمع کرتے جاتے تھے۔راویوں کے حالات جمع کرنے کے اس طویل عمل میں سب سے پہلے صحابہ کرام کے حالات جمع کئے گئے اس طرح صحابہ کرام کے تذکرے مرتب ہوئے۔پھر تابعین اور تابع تابعین کے تذکروں پر کتابیں مرتب ہوئیں۔ان تذکروں میں جابجا اور کثرت سے ایسی معلوم بھی ملتی ہیں جو سیرت سے متعلق ہیں اور ان سے سیرت کے دو مختلف پہلوؤں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی راوی کے بارے میں تذکرہ آیا ہے کہ یہ فلاں صاحب ہیں اور ان کے دادا فلاں غزوہ میں آپؐ کے ساتھ شریک تھے۔اس طرح رجال کے تذکرے تابعین اور تبع تابعین کے حالات سے بھی سیرت کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔

اسماء الرجال ان میں سے بیشتر کتابیں اب ناپید ہوگئی ہیں لیکن بعد کی تصانیف انہی سے ماخوذ ہیں۔اس لئے ان کا تذکرہ ناگزیر ہے البتہ شعبہ بن حجاج اور یحییٰ بن سعیدؒ کے بعد جن مصنفین کی کتابوں نے اس فن میں شہرت پائی ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ طبقات ابن سعد

۲۔ کتاب الجرح ولتعدیل

۳۔ تہذیب التہذیب۔

کتب شمائل:

شمائل کا موضوع سیرت نگاروں کے لئے اتنا پر کشش ہورہا ہے کہ اوائل سے لے کر اب تک اس پر طبع آزمائی ہورہی ہے۔ جن میں آپ ﷺ کے حلیہ مبارک، عادات وخصائل اور فضائل ومعمولات زندگی کا تذکرہ ہے۔یوں تو کتب احادیث میں بھی شمائل نبویؐ کا ذکر ہوتا ہے لیکن کتابوں میں صرف شمائل کو ہی موضوع بنایا گیا ہے۔

ڈاکٹر انور محمود خالد اپنی کتاب اردو نثر میں لکھتے ہیں کہ:

> ''امام ترمذی کی کتاب الشمائل اس فن کی سب سے پہلی اور مشہور تالیف ہے۔اس تالیف کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بڑے بڑے جید علماء نے اس کی بیسوں شرحیں لکھیں۔(۲۳)

چنانچہ آپؐ کا رنگ، چہرہ، آنکھیں، دندان مبارک، ناک، پیشانی، ابرو، بال، ریش مبارک، شکم وسینہ، بازو، کلائیاں،

پنڈلیاں، ہتھیلیاں، ہاتھ پاؤں اور قد و قامت وغیرہ اس تفصیل سے کتب شمائل میں واضح کئے گئے ہیں کہ لفظوں ہی لفظوں میں آپ ؐ کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھینچ کر رکھ دی ہے۔ پھر آپ ؐ کی اخلاق و عادات کے ضمن میں آپ ؐ کی طہارت و پاکیزگی، فہم و ذکاء، فصاحت و بلاغت، کھانے پینے، سونے جاگنے، ازدواجی تعلقات، شفقت و محبت، عدل و انصاف، سخاوت و حلم بردباری، شجاعت و دلیری، شرم و حیاء، ایفائے عہد، تواضع، دیانت و امانت، صداقت، مروت، زہد و ریاضت اور خشیت الٰہی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ یوں یہ کتب شمائل میں سراپائے اقدس، اخلاق نبوی اور منصب نبوت جیسے پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ چند اہم کتب شمائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ کتب شمائل: امام ترمذیؒ

۲۔ کتاب الشفاء: قاضی عیاض اندلسیؒ۔

کتب دلائل:

سیرت رسول ﷺ کا ایک اور ماخذ کتب دلائل نبوت ہیں جن میں آپ ؐ کے معجزات اور روحانی کارناموں کا ذکر ہے اور بہت سے اہل قلم حضرات نے معجزات و سرور کائنات کو اپنی سیرت نگاری کا موضوع بنایا۔ اسی سلسلے میں جلال الدین سیوطی کی ''الخصائص الکبریٰ'' کو جو جامعیت کا شرف حاصل ہے وہ اور کسی کتاب کو نہیں۔ اس کتاب کا پورا نام ''الخصائص الکبریٰ فی المعجزات خیر الوریٰ'' ہے۔ اس میں آپ ؐ کے ایک ہزار سے بھی زائد معجزات جمع کئے گئے ہیں۔ امام صاحب نے ہر معجزے کی وضاحت کے لئے احادیث نبویؐ کے ذخیرے کو کھنگالا ہے۔

اس کے علاوہ امام صاحب نے ایک رسالہ بھی لکھا جس کا نام ''الخصائص الصغریٰ'' ہے۔ اس رسالہ میں بھی آپ ؐ کے معجزات اور خصائص احادیث نبویؐ کے حوالے سے درج کئے گئے ہیں۔

کتب آثار و اخبار:

کتب آثار و اخبار وہ کتابیں ہیں جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حالات کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ ان کتابوں میں مکہ اور مدینہ کے عام حالات کے علاوہ آپ ؐ کے حالات زندگی اور ان مقامات مقدسہ کے نام و نشان ہیں جن کا تعلق آپ ؐ سے رہا ہے۔ سیرت کے لئے آثار و اخبار Background یعنی پس منظر کا کام دیتی ہیں کیونکہ ان کتابوں کے لکھنے والوں نے ان دونوں شہروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے ان دونوں شہروں کے ماضی کی بہت چھان بین کی ہے۔ ان مولفین کی محنت کی داد دینی چاہئے کہ انہوں نے یوں ہمارے لئے تاریخی معلومات کا ایسا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے جو کہیں اور نہیں ملتا۔

آپ ؐ کی سوانح حیات کی فراہمی کے اس عمل میں ان کتابوں کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ اس لئے انہیں ایک الگ عنوان کے تحت لیا گیا ہے۔ اس موضوع پر سب سے قدیم کتاب علامہ ازرقی کی اخبار مکہ ہے جسے ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ سید سلیمان ندوی نے خطبات مدارس میں عمر بن شبہ کی واخبار مدینہ کی واخبار مکہ، ابن زبالہ واخبار مدینہ، کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو اس سلسلہ کی اہم کتابیں ہیں۔

معاصرانہ شاعری:

سیرت رسولؐ کا ایک ماخذ آپؐ کے زمانے کی وہ عربی شاعری ہے جو آپؐ کی ذات مبارکہ کے حوالہ سے کی گئی ہے۔
اگر چہ سیرت رسولؐ کے بنیادی ماخذ صرف دو ہی ہیں یعنی قرآن پاک اور حدیث مبارکہ۔

آپؐ کے صحابہ میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے آپؐ کی شان میں شعر نہ کہا ہو اور اس کو پڑھ کر سنایا نہ ہو۔ اور آپؐ کی تعریف سب سے پہلے زبان کھولنے والے بزرگ آپؐ کے مہربان چچا ابو طالب ہیں جنہوں نے ایک نظم میں آپؐ کی پرجوش تعریف کی اور اپنے خاندان بنو ہاشم کی خصوصیات کا ذکر کیا۔ ان اشعار کو سیرت ابن ہشام میں نقل کیا گیا ہے۔
سیرت ابن ہشام میں ہے کہ

> ''ابو طالب کے نعتیہ قصیدہ کے سات اشعار نقل ہوئے ہیں اس کے علاوہ 95 اشعار پر مشتمل ابو طالب کے ایک اور طویل قصیدہ کا ذکر ملتا ہے جس کے اشعار ابن ہشام نے اپنی کتاب میں درج کیے ہیں۔(۲۴)

ابو طالب با قاعدہ شاعر نہیں تھے لیکن بیشتر عرب سرداروں کی طرح وہ صنف شعر سے ناآشنا نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مواقع پر انہوں نے جو قصیدے کہے انہیں کتب سیر مغازی میں نقل کر لیا گیا۔

آنحضرتؐ کے ہم عصر شعراء میں ابو طالب اعشیٰ، کعب بن زبیر، حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، عبداللہ بن زید، اور کعب بن مالک اس میں شامل ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ حمیداللہ، ڈاکٹر محمد، سیر یا قانون بین الممالک (ماہنامہ) فکر ونظر اسلام آباد، ج ۵ ش ۱۱ مئی ۱۹۶۸ء ص/ ۸۰۹، سیئر کے موضوع اور کسب پر ڈاکٹر صاحب کا مذکورہ مضمون اور خطبات بہاولپور میں موجود لیکچر کا مطالعہ کریں۔

۲۔ ابن منظور، لسان العرب، احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۸۸ء ج ۱۴ ص ۱۳۸۹۔

۳۔ الزبیدی، سید محمد مرتضٰی تاج العروس، وزارۃ الارشاد والانباء کویت ۱۹۵۶ء، ج ۳ ص ۲۸۷۔

۴۔ فیروز آبادی، مجدد الدین، علامہ، القاموس المحیط، دار المعرفت بیروت، سن ندارۃ، ج ۲ ص ۵۴۔

۵۔ زمخشری، جاءاللہ، علامہ، اساس البلاغہ، تبلیغات اسلامی قاہرہ، ۱۳۸۲ھ، ص ۳۲۶۔

۶۔ لوئس معلوف، المنجد، مترجم مولانا ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی، خزینہ علم وادب لاہور، ۱۹۵۸ء، ص ۴۰۸۔

۷۔ بلیاوی، عبدالحفیظ ابوالفضل، مولانا، مصباح اللغات، خزینہ علم وادب لاہور، ۱۹۵۰ء، ص ۳۸۷۔

۸۔ فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۸۷۴۔

۹۔ شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النبیؐ، اسلامی کتب خانہ لاہور، سن ندارۃ، ج ۱ ص ۱۸۔

۱۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۹۷۵ء، ج ۱۱ ص ۵۰۶۔

۱۱۔ دہلوی، عبدالعزیز شاہ، عجالہ نافعہ، مع شرح فوائد جامع، مترجم مولانا عبدالحلیم چشتی، ایجوکیشنل پریس، کراچی، سن ندارۃ، ص ۴۸۔

۱۲۔ خالد، ڈاکٹر انور محمود، اردو نثر میں سیرت رسول، ص ۳، اقبال اکادمی لاہور پاکستان (مقالہ پی ایچ ڈی) طبع اول ۱۹۸۹ء۔

۱۳۔ فواد عبدالباقی محمد، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۳۷۴۔

۱۴۔ سورۃ طٰہٰ: ۲۰/ ۲۱۔

۱۵۔ سورۃ القصص: ۲۸/ ۲۹۔

۱۶۔ سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۲۱۔

۱۷۔ قلم: ۶۸/ ۴۔

۱۸۔ انور محمود خالد، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسول، اقبال اکیڈمی لاہور ۱۹۸۹ء ص ۴۵۔

۱۹۔ ابوالکلام آزاد، مولانا، رسول رحمت، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۱۹۔۲۰۔

۲۰۔ انور محمود خالد، اردو نثر میں سیرت رسول، ص ۲۸۔

۲۱۔ شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ، ج ۱ ص ۳۴۔

۲۲۔ النحل، ۱۰/ ۸۹۔

۲۳۔ انور محمود خالد، ص ۱۷۱۔

۲۴۔ ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک، سیرت ابشویہ، بیروت دار احیاء ۱۴۱۵ھ، ج ۱ ص ۱۵۶۔

قانونِ اسلامی میں مقام حدیث
نواب صدیق حسن خان کا نکتۂ نظر اور سنت کے اتباع و احیاء میں کردار

پروفیسر عتیق امجد ☆

ڈاکٹر زاہدہ شبنم ☆☆

(۱) قانونِ اسلامی میں مقام حدیث

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور مکمل دین ہے جس کے دو سرچشمے قرآن مجید اور حدیث نبوی ہیں۔ قرآن مجید کی توضیح و تشریح اور احکام الٰہی کے فہم کے لئے حدیث کی حیثیت مسلمہ ہے اور حدیث بالکل اسی طرح حجت شرعی ہے جس طرح قرآن مجید شرعی حجت ہے، ان میں فرق وحی متلو اور غیر متلو کا ہے، یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اطاعت رسول اور اتباع رسول ﷺ کا حکم دیا ہے اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ حدیث نبوی کے بغیر قرآن مجید کا فہم و ادراک نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کے حکم اتباع رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (۱)

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا﴾ (۲)

(اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور نافرمانی سے ڈرتے رہو)۔

ایک مقام پر اعمال کی قبولیت کے لئے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو کسوٹی بتاتے ہوئے آپ ﷺ کی نافرمانی سے اعمال صالحہ کو ضائع ہونے سے بچانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ﴾ (۳)

سورۃ حجرات میں مزید تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ یٰٓاَیُّھَا

☆ صدر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، جڑانوالہ۔

☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور۔

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (۴)

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے مت بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے، جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز مبارک سے پست رکھو اور انہیں اس طرح مت زور زور سے بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو کیونکہ ایسا کرنے سے تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں اس کا شعور نہیں ہوگا)۔

ایک دوسرے مقام پر ہدایت اور صراط مستقیم کے حصول کا راستہ ہی آپ ﷺ کی اطاعت وفرمابرداری کو قرار دیا۔ ارشاد ہے:

﴿اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ (۵)

(اگر تم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرو گے تو سیدھی راہ پاؤ گے)۔

ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری قرار دیا گیا ارشاد الٰہی ہے:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (۶)

(جس شخص نے رسول خدا ﷺ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی)۔

کہیں ارشاد ہوا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (۷)

(جو چیز تمہیں رسول پاک ﷺ دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں بس اس سے رک جاؤ)۔

قرآن مجید نے محبت الٰہی کے حصول کے لئے اطاعت رسول ﷺ اور اتباع رسول ﷺ کو لازمی وضروری قرار دیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (۸)

(آپ ﷺ فرما دیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا)۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی امام کائنات ﷺ کی اتباع و پیروی سے مشروط کردی ہے۔ جو عمل آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول اور باعث اجر وثواب ہوگا اور جو عمل آپ ﷺ کی سنت کے موافق نہیں ہوگا وہ مردود ہوگا۔ نبی معظم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد)(۹)

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے روز حضرت محمد ﷺ حوض کوثر پر تشریف فرما اپنی امت کے لوگوں کو اپنے دست مبارک

سے حوض کوثر کا پانی پلا رہے ہوں گے کہ کچھ لوگ آئیں گے جن کے چہرے اور وضو کے دیگر اعضاء چمکتے ہوں گے لیکن فرشتے انہیں مارتے ہوئے بھگادیں گے۔ نبی رحمت ﷺ فرمائیں گے کہ یہ میرے امتی ہیں انہیں آنے دو، فرشتے جواب دیں گے کہ اے نبی کائنات ﷺ! انہوں نے آپؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ ﷺ کے دین میں نئے نئے طریقے اور بدعات جاری کرلی تھیں۔ رسول کریم ﷺ فرمائیں گے۔" **سحقا سحقا لمن غير دين بعدی.**" ان کے لئے دوری ہو جنہوں نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلیاں کردیں چنانچہ انہیں حوض کوثر سے بھگادیا جائے گا۔(۱۰)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((**من اطاع محمدًا فقد اطاع الله و من عصى محمداً فقد عصى الله**)) (۱۱)

(جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی)

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

((**كل امتى يدخلون الجنة الا من ابى فقيل من ابى قال من اطاعنى فقد دخل الجنة و من عصانى فقد ابى**))(۱۲)

(میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر سوائے اس کے جس نے جنت میں جانے سے انکار کردیا۔ کہا گیا بھلا جنت میں جانے سے کوئی انکار کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری فرمانبرداری کی یقیناً وہ جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں جانے سے انکار کردیا)

اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو رسول کریم ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اس لئے ضم کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کوئی بھی دین کی بات اپنی مرضی سے نہیں کہتے بلکہ آپ ﷺ وحی کی پیروی کرتے ہیں، اس کی قرآن مجید ان الفاظ میں شہادت دیتا ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی﴾ (۱۳)

(رسول اللہ ﷺ خواہش نفس کی بنا پر کوئی بات نہیں کرتے بلکہ جو بات بھی کرتے ہیں وحی کے مطابق کرتے ہیں)

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۱۴)

(یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ بہترین نمونہ ہیں۔)

ان سب آیات کریمہ اور احادیث نبویہ ﷺ سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن مجید پر ایمان لانا اور اس کو دستورِ حیات سمجھنا ضروری ہے بعینہ حدیث نبوی ﷺ پر ایمان لانا، اس پر عمل پیرا ہونا اور اسے زندگی کا لائحہ عمل بنانا ضروری ولازمی ہے اور حدیث نبوی ﷺ کو دستور حیات بنانا قرآن مجید کو دستور حیات بنانا ہے گویا قرآن مجید اور حدیث نبوی لازم وملزوم ہیں۔ دونوں کو اسلام میں

بنیادی اور لازمی حیثیت حاصل ہے۔ دونوں پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کے بغیر سمجھنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید کلیات پر بحث کرتا ہے اور حدیث ان کلیات کی تفصیل اور ان کا طریق کار بیان کرتی ہے گویا حدیث قرآن مجید کی توضیح، تشریح اور تفسیر ہے، اس کی چند ایک امثلہ ملاحظہ فرمائیے!

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سات سو سے زاید بار مسلمانوں پر نماز کی فرضیت، اہمیت اور اقامت صلوٰۃ کا تذکرہ فرمایا ہے لیکن نمازوں کی تعداد، اوقات، رکعات، ارکان، شرائط، آداب اور طریق ادائیگی کے احکام کی وضاحت حدیث نبوی ﷺ کرتی ہے اور ((صلوا کما رائیتمونی اصلی.))......(تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو) پر عمل حدیث نبوی ﷺ پر ایمان لانے اور شرعی حجت تسلیم کرنے سے ہی ہوسکتا ہے۔

☆ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ فرض قرار دیا لیکن مناسک حج کا قرآن مجید میں مکمل طور پر ذکر نہیں ملتا، رسول اکرم a نے مناسک حج بیان کیے اور فرمایا: ((خذوا عنی مناسککم.)) (۱۵) (مناسک حج مجھ سے سیکھو)۔

☆ رمضان المبارک کے روزے فرض قرار دیے گئے لیکن اس کی تفصیل، شرائط وآداب اور لوازم حدیث نبوی سے معلوم ہوتے ہیں۔

☆ اسی طرح زکوٰۃ فرض کی گئی لیکن قرآن حکیم میں نصاب کا تعین اور مقدار زکوٰۃ کی وضاحت موجود نہیں، اس کی وضاحت حدیث نبوی ﷺ میں ملتی ہے۔

☆ قرآن مجید نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ (۱۶)

لیکن اس میں ہاتھ کاٹنے کی جگہ کی قید نہیں جبکہ ہاتھ کا اطلاق کف (ہتھیلی)، ساعد (کلائی) اور ذراع (بازو) پر ہوتا ہے لیکن حدیث نبوی ﷺ نے ہاتھ کو پہنچے سے کاٹنے کی قید لگادی کیونکہ حدیث میں ہے:

((اتی بسارق فقطع یدہ من مفصل الکف)) (۱۷)

''رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کف (پہنچے) سے کاٹ دیا۔''

الغرض یہ کہ حدیث نبوی ﷺ قرآن مجید کی تفسیر وتوضیح ہے، قرآن حکیم کے اجمالی احکام کی تفصیل وتشریح بیان کرتی ہے اور قرآن مجید کے قواعد وکلیات کی جزئیات تفصیل سے مہیا کرتی ہے۔ اس لئے حدیث تمام اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق شرعی حجت، نص قطعی اور واجب العمل ہے اور اس کو شرعی حجت تسلیم نہ کرنے والا قرآن مجید کا بھی منکر اور دائرہ اسلام سے اسی طرح خارج ہے جس طرح قرآن مجید کا منکر خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (۱۸)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کلمہ گو آدمی کا سر قلم کر دیا تھا جس نے رسول اکرم ﷺ کے فیصلہ کے بعد آپ سے فیصلہ کرنے کی درخواست کی تھی۔ خلفاء راشدین، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت رضی اللہ عنہم تابعین، تبع تابعین، ائمہ حدیث، فقہاء اور تمام اہل سنت علماء حدیث نبوی ﷺ کو شرعی حجت سمجھتے اور اس پر ایمان رکھتے تھے۔ اور رسول اکرم ﷺ کے فرمودات ارشادات کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہی سمجھتے تھے، چند ایک بیانات ملاحظہ فرمائیے:

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں:

((لولا السنة ما فهم احد منا القرآن)) (۱۹)

(اگر سنت نہ ہوتی تو ہم سے کوئی بھی شخص قرآن مجید کو نہ سمجھ پاتا)

امام اوزاعی فرماتے ہیں:

((السنة قاضية على القرآن وليس القرآن بقاض على السنة))(۲۰)

(سنت قرآن پر قاضی ہے قرآن، سنت پر قاضی نہیں)

یحییٰ بن کثیر لکھتے ہیں:

((ان السنة جاء ت قاضية على الكتاب ولم يجئ الكتاب قاضيا على السنة))(۲۱)

(سنت رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کے بارے میں فیصلہ کرتی ہے، قرآن مجید، سنت کے بارے میں فیصلہ نہیں کرتا)

چنانچہ ہر دور کے علماء وفقہاء نے حدیث رسول ﷺ کو بھی وحی الٰہی تسلیم کیا اور اس میں کسی قسم کی تردید وتحریف کرنا عین قرآن مجید کی تردید وتحریف کے مترادف قرار دیا۔ خطیب عجاج لکھتے ہیں:

((فتقبل المسلمون السنة من الرسول U كما تقبلوا القرآن الكريم استجابة لله ورسوله لانها المصدر الثاني للتشريع بعد القرآن الكريم بشهادة الله عزوجل ورسوله.))(۲۲)

(مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اسی طرح قبولیت کا مستحق گردانا جس طرح کہ اللہ اور رسول ﷺ کو مانتے ہوئے مستحق قبولیت گردانا تھا، اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شہادت کے مطابق سنت رسول ﷺ قرآن مجید کے بعد شریعت اسلام کا دوسرا ماخذ ہے۔)

(ب) نواب صدیق حسن خانؒ کا نظریۂ حدیث:

نواب صدیق حسن خانؒ حدیث نبوی ﷺ کے حجت شرعی ہونے پر مکمل ایمان ویقین رکھتے ہیں اور کتاب اللہ کے بعد حدیث رسول اللہ ﷺ کو قطعی اور یقینی علم تصور کرتے ہیں۔ اور اسے دوسرا اور اہم ترین ماخذ اور ذریعہ علم گردانتے تھے فرماتے ہیں:

((مبنى الشرائع الاسلام واساسها ومستند الروايات الفقيه كلها وماخذ الفنون الدينية

واسوۃ جملۃ الاحکام واساسھا وقاعدۃ جمیع العقائد ...... ومرکز المعاملات ھو علم الحدیث الشریف الذی تعرف بہ جوامع الکلم وتنفجر منہ ینابیع الحکم وتدور علیہ رحی الشرع بالاسر وھو ملاک کل نھی وامر.)) (۲۳)

(حدیث، اسلامی شریعت اور مستند روایات کی اساس اور بنیاد ہے اور تمام دینی علوم کا مآ خذ، جملہ احکام وعقائد کا منبع وسرچشمہ ہے، معاملات زندگی کے لئے مرکز ومحور ہے، اور شرعی امور اور اوامر ونواہی کے لئے بنیاد کا کام دیتی ہے)

آپ حدیث نبویہ ﷺ کو تمام علوم کی کسوٹی ومعیار ٹھہراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ وہ علم ہے جو جواہر علوم خواہ نقلی ہوں یا عقلی سب کے لئے کسوٹی کا کام دیتا ہے اور اس نقاد کی مانند ہے جو کھرے کھوٹے میں تمیز کرتا ہے۔ عقاید اسلام کا ماخذ اور اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے راستے کی رہنمائی کرنے والا ہے۔ جو اس کسوٹی ومعیار پر پورا اترتا ہے۔ یہ عمل کرنے اور نافذ کرنے کے لائق ہے اور جو اس معیار پر پورا نہیں اترتا وہ کھوٹا سکہ ہے۔ وہ پھینکے جانے کے قابل ہے۔ اس کو رد کر دیا جائے گا اس کے برعکس ہر وہ بات جس کی تصدیق وتائید رسول پاک ﷺ کے فرمان سے ہوتی ہے۔ وہ صحیح اور درست ہے اور اس کو قبول کیا جائے لیکن جس کی تائید قرآن وسنت سے نہیں ہوتی وہ جہالت وگمراہی ہے۔'' (۲۴)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حدیث رسول ﷺ کو یقینی علم اور کھرے کھوٹے کے لئے معیار سمجھتے ہیں اور آپ کے نزدیک جو علم حدیث کے مطابق وموافق نہ ہوگا وہ قابل اعتبار اور درخور اعتنا نہیں ہوگا بلکہ آپ ایسے علم کو جو قرآن وحدیث کے مخالف ومتبائن ہو اس کو علم ہی تصور نہیں کرتے بلکہ جہالت کا نام دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

وما العلم الا من کتاب وسنۃ   وغیرھما جھل صریح مرکب (۲۵)
واللہ ما قال امرو متحذلق   بسواھما الا من الھذیان (۲۶)

(علم صرف وہ ہے جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہے اور اس کے سوا محض جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ایسا شخص جو کتاب وسنت کے سوا کسی چیز کو علم سمجھتا ہے وہ لغو اور ہذیان میں مبتلا ہے)

ایک مقام پر اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((ما العلم الا کتاب اللہ او اثر یجلوا بنور ھداہ کل متلبس)) (۲۷)

(کتاب وسنت کے علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے جو کہ بھٹکنے والے کو اپنے نور سے صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرے)

آپ علم کو ''نور الٰہی'' سے تشبیہ دیتے ہوئے امام شافعیؒ کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

((ان العلم نور من اله ونور الله لا يعطى لعاص))
(علم نورالٰہی ہےاوراللہ تعالیٰ کا نور گناہ گاروں کونہیں دیا جاتا ہے)

بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہےاوراس علم کے خزانے پراللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پہرے دار مقرر فرمایا ہےاور وہ فرشتے اس علم کو گناہوں سے لبریز دل پر نہیں اتارتے۔(۲۸)

نواب صاحب حدیث کواسلامی علوم کا سرچشمہ اور بنیاد سمجھتے ہیں۔فرماتے ہیں:

((هو علوم الاسلام اصل واساس وهو مفسر القرآن بشهادة لتبين للناس)) (۲۹)
(حدیث علوم اسلامیہ کی اساس و بنیاد اور قرآن مجید کی تفسیر ہے۔قرآن مجید کی آیتِ کریمہ "بیان للناس" اس کی شہادت دیتی ہے)

ایک مقام پر حدیث کی تمام علوم پر فوقیت و برتری بیان کرتے ہوئے اسے اس طرح ضروری قرار دیتے ہیں اور موکد طور پر بتاتے ہیں کہ جس طرح زندگی کی بقا کے لئے پانی کی ضرورت ہے اسی طرح ایک مسلمان کے لئے حدیث کی ضرورت ہے، لکھتے ہیں:

علم الحديث اجل علم الدين   وبه علوم المرء فى الدارين
كالماء محيادة النفوس مطهر   بقلب لا يعروة شين الرين (۳۰)

(علم حدیث کوعلم دین میں نہایت اہم مقام حاصل ہے۔اس کے ذریعے انسان دونوں جہانوں میں بلند درجات حاصل کرتا ہے۔یہ پانی کی مانند ہے جوکہ انسان کوزندگی بخشتا ہے۔حدیث دل کو پاک ومطہر کرتی ہے اوراس کے بغیر دل کا زنگ ختم نہیں ہوتا)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ نواب مرحوم کی رائے میں قرآنِ حکیم کے بعد حدیث کوتمام علوم پر فوقیت حاصل ہے، یہ معتبر ترین ذریعہ علم اوراس کے ذریعے حاصل ہونے والا علم حتمی ویقینی ہے۔اس لئے آپ قرآن مجیداور حدیث نبوی ﷺ کی صریح نص کی موجودگی میں کسی محدث، مفکر، فقیہ، فلسفی اور امام کے کسی قول ورائے کوکوئی حیثیت نہیں دیتے اور اسی لئے حدیث رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں کرامات، الہام، رؤیا اور کشف وغیرہ کو جواس کے خلاف ہوں بے وزن و بے وقعت تصور کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

قول هر كسے ماخوذ ومتروک است الا رسول الله ﷺ پس حكم بسلطان اين علم ناقد وماضى برجيع علوم دينيه ومليه از عقليه ونقليه، وهبيه، كشفيه است. (۳۱)
(ہرکسی کی بات کورد یاقبول کیا جاسکتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی ہر بات کو ہر صورت میں قبول کرنا ہوگا، تمام علوم خواہ وہ عقلی ہوں یا نقلی، وہبی ہوں یا کشفی کے لئے حدیث منبع ومصدر کی حیثیت رکھتی ہے)

ایک دوسرے مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

العلم ما قال الله وقال رسوله　　قال الصحابة ليس فيه خلاف

العلم وما كان فيه قال حدثنا　　وما سواه فو سواس الشياطين

كل العلوم سوى القرآن مشغلة　　الا الحديث والفقه فى الدين (۳۲)

(علم صرف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول معظم ﷺ کے فرمان سے ماخوذ ہے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال ہیں جس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ علم وہی ہے جو رسول کریم ﷺ سے بیان کیا گیا ہے، اس کے علاوہ سب کچھ شیطانی وسوسے ہیں، قرآن مجید، حدیث نبوی ﷺ اور تفقہ فی الدین اصل علم ہیں باقی صرف مشغلے ہیں۔)

اس بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نواب صدیق حسن خان علم حدیث پر ہی مکمل اعتماد و یقین اور اس طرح ایمان رکھتے تھے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف امت، ایمان رکھتے تھے۔ اور حدیث کو اسی طرح حجت اور حتمی حیثیت دیتے تھے جس طرح اسلام میں اس کو مستند حیثیت اور فائنل اتھارٹی حاصل ہے۔

آپ ساری زندگی اس نظریہ حدیث پر عمل پیرا رہے اور اسی کی ترویج اور نشر و اشاعت کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو استعمال کیا۔

نواب صاحب کا اتباع سنت اور احیائے سنت میں کردار

اتباع سنت کی اہمیت و فرضیت کی بنا پر آپ نے اپنی پوری زندگی اتباع سنت میں گزاری، ہمیشہ اپنے ہر قول و اقرار اور فعل و کردار کو سنت کی پیروی میں ڈھالنے کے لئے کوشاں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی کے مطالعہ سے آپ کی سب سے بڑی خوبی جو نظر آتی ہے وہ اتباع سنت ہی ہے۔ آپ کی تمام کتب میں آپ نے سنت رسول ﷺ کو معیار بناتے ہوئے ہر مسئلہ کی وضاحت فرمائی۔ آپ کی کوئی کتاب بھی ایسی نہیں دکھائی دیتی جو سنت مطہرہ سے مزین نہ ہو، خود فرماتے ہیں:

''میں اظہار حق میں کسی یار و اغیار کا لحاظ نہیں کرتا، میرا دل اتباع سنن پر مطمئن ہے اور شک و شبہ کی کوئی گرد میرے دامن خاطر پر نہیں جمتی۔'' (۳۳)

آپ اپنے شب و روز کے اعمال سنت مطہرہ کے مطابق بجالاتے۔ نماز تہجد کے لئے اٹھنے سے رات سونے تک اپنے اعمال و مصروفیات میں آپ سنت رسول ﷺ کو ملحوظ رکھتے۔ مسنون دعاؤں کا ذکر، مسنون درود شریف کا ورد، مسنون طریقہ سے کھانا پینا، مسنون طریقے پر اٹھنا بیٹھنا، قیلولہ، جسم و لباس کی صفائی، گھر اور دفتر کی صفائی، برتنوں کی صفائی اور سونا اور بیدار ہونا وغیرہ سب کے سب مشاغل سنت کے مطابق ادا کرتے۔ فرماتے ہیں:

''کھانے پینے کے وقت ہمیشہ شرعی آداب کوملحوظِ خاطر رکھتا ہوں یعنی شروع ''بسم اللہ'' سے کرتا ہوں اور آخر میں حمدِ الٰہی کہتا ہوں اور تناولِ طعام سے فراغت کے بعد دعائے مسنون پڑھتا ہوں۔ کپڑا پہنتے اور بیت الخلا جاتے وقت کی جو دعائیں منقول ہیں وہ بھی پڑھا کرتا ہوں، وضو کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں کلمہ شہادت اور دعاء ماثور کا ورد کیا کرتا ہوں۔ اذان کے بعد دعا وسیلہ اور حضرتؐ کے نامِ مبارک کو کسی وقت بھی، اذان کے اندر یا باہر سن کر مسنون درود پڑھنا بھی میری عادت ہے۔ وللہ الحمد!''

''رمضان المبارک میں سارا ماہ یہ معمول رہتا ہے کہ سحری کے بعد آخر شب میں نہایت التزام کے ساتھ بارہ رکعت نماز تہجد پڑھا کرتا ہوں، اور مرض کے علاوہ قضاء نہیں کرتا۔ اسی طرح عام طور پر ایک قرآن شریف تراویح میں اور ایک قرآن شریف تلاوت میں سنتا اور پڑھتا ہوں۔ ایک مدت تک یا مدت دراز تک روزانہ ''دلائل الخیرات'' اور ''حزبِ اعظم'' کی تلاوت وقرأت کا بھی اتفاق رہا ہے۔

لقد کنت دھرا قبل ان یکشف الغطا　　اخالک انی ذاکرلک شاکر

فلما اضآء اللیل اصبحت شاھدا　　بانک مذکور وذکر و ذاکر

علم ادعیہ واذکار میں امام نوویؒ کی کتاب معروف ومقبول ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے ''بع الدار واشتر الاذکار'' لیکن میری کتاب ''نزل الابرار'' اذکار کی نسبت زیادہ نفع بخش اور زیادہ جامع ہے۔ یہ بات محض تحدیث نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ میرا علم وفضل نوویؒ سے زیادہ یا مساوی ہے۔ کیونکہ میں نووی کے خاک پا کے برابر بھی نہیں ہوں۔ کجا ذرہ کجا آفتاب بلکہ میں تو بجائے خود نہایت شرمندہ اور خائف ہوں کہ مجھ سے فرائض نماز وروزہ کے سوا کوئی نفلی عبادت ادا نہیں ہوتی اور فرائض بھی۔'' (۳۴)

آپ نماز اور دیگر ارکان اسلام سنت کے مطابق نبوی طریقہ سے ادا کرتے۔ نماز میں فاتحہ خلف الامام، امین بالجہر، رفع الیدین، سینہ پر ہاتھ باندھنے وغیرہ میں سنت کوملحوظ رکھتے اور مروجہ فقہ حنفی کے علماء وعوام کے طعن وتشنیع کی پرواہ نہ کرتے اور نماز میں طمانیت وتعدیل ارکان پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ اسی طرح نماز اول وقت ادا کرتے تھے۔ مآثر صدیقی کے مصنف لکھتے ہیں:

''والا جاہ مرحوم نماز پنجگانہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے البتہ ان کو فاتحہ خلف الامام اور اول وقت کا خاص اہتمام مدنظر رہتا تھا۔ تعدیل ارکان نماز اور آداب وسنن کا قعود اور قیام وجلوس کے وقت سختی سے لحاظ رکھتے تھے۔'' (۳۵)

مولانا سید محمد جعفر شاہ پھلواروی لکھتے ہیں:

''نواب صاحب اکثر نور محل کی مسجد میں جمعہ ادا کرتے تھے کبھی کبھی خود بھی پڑھایا کرتے تھے۔ تمام بچے بھی ساتھ ہوتے تھے، ہماری خوشدامن بھی کبھی کبھی ساتھ ہوتی تھیں، ہماری خوشدامن کہتی ہیں کہ سب لوگ زور سے آمین کہتے تھے۔'' (۳۶)

آپ کھانے پینے میں بھی سنت کوملحوظ رکھتے تھے کبھی کسی کھانے میں نقص نہیں نکالتے تھے اور اسے برا نہیں کہتے تھے، اگر پسند

نہ آتا تو تھوڑا سا کھا کر ہاتھ کھینچ لیتے تھے۔ پانی میں پھونکنا مکروہ سمجھتے تھے اور تین سانس میں پیتے تھے۔ ٹھنڈے پانی کے بڑے شوقین تھے اور اس کی وجہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اکرم a کو ٹھنڈا پانی بڑا مرغوب تھا، میٹھی چیزیں پسند نہیں تھیں لیکن سنت اور مفید سمجھ کر کچھ نہ کچھ ضرور کھالیا کرتے تھے۔ متنوع کھانے یعنی ایک وقت میں کئی ڈشوں کے استعمال کو نہ صرف ناپسند کرتے تھے بلکہ اسے ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ کے تحت اسراف وتبذیر سے تعبیر کرتے تھے۔

''آپ لباس کے استعمال میں بھی سنت کو مدنظر رکھتے تھے، اکثر سادہ اور سفید رنگ کا لباس پہنتے تھے بعض اوقات رئیسہ عالیہ شاہ جہاں بیگم کی خواہش پر مختلف الالوان لباس بھی پہن لیا کرتے اور خوشبو کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔''

صاحب مآثر لکھتے ہیں:

''لباس سادہ اور سفید ان کو بہت پسند تھا کرتہ گھنڈی دار اور دہلی کی وضع کا انگرکھا یخی چولی کا اور دہلی کی وضع کی گول ٹوپی اور پاجامہ استعمال کیا کرتے تھے پاپوش اکثر پنجابی وضع کی ساخت امرتسر استعمال کرتے تھے، بعض اوقات عام رواج کے موافق رئیسہ عالیہ کی مرضی دیکھ کر مختلف الالوان اور نیم رنگ لباس بھی پہن لیا کرتے تھے البتہ ان کا لحاظ ان کو بہت رہتا تھا کہ لباس خوش وضع اور خوش قطع ہو اور عطر اور خوشبو سے بسا ہوا اور معطر ہو۔ مواقع دربار پر یا تقاریب سرکاری اور عیدین میں مجبوراً ان کو مالائے مروارید زیب گلو اور سرپیچ مرصع اور کلاہ و پیٹی مرصع مروارید و جواہر زیب سرو کمر کرنا پڑتی تھی مگر ان تکلفات امیرانہ وشاہانہ سے ان کے قلب کو سخت اذیت محسوس ہوا کرتی تھی اور جلد سے جلد اس کی تبدیلی میں کوشش کیا کرتے تھے۔ وہ عباء عربی اور عباء عرب کو دل سے عزیز رکھتے تھے اور عیدین کو بالتخصیص عباء عربی سے ملبوس ہوا کرتے تھے۔''(۳۷)

آپ خود فرماتے ہیں:

''عربی نسب اور عربی زبان دونوں چیزیں ہمارے لئے باعث فخر ہیں اور یہ ہمیں رسول معظم ﷺ کے قریب کر دیتی ہیں۔''(۳۸)

آپ کپڑا پھٹنے پر اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے تھے اور اگر شاہ جہاں بیگم کو پتہ چل جاتا تو وہ ناخوش ہوتی تھیں اور ٹوکتی تھیں، آپ مسکراتے ہوئے سر جھکا دیتے اور فرماتے سنت رسول ﷺ ادا کرنے پر خوش ہونا چاہئے نہ کہ ناراض، جوتا ٹوٹنے پر بھی آپ خود ہی پیوند لگا لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ پیوند لگانا رسول خدا ﷺ کی سنت ہے اور کبھی کبھی ایسا ضرور کرنا چاہئے۔

آپ انگوٹھی بھی اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے اور جمشید کے حوالے سے کہا کرتے تھے کہ دایاں ہاتھ تو بذات خود معزز ومشرف ہے اور بائیں ہاتھ میں (جو کہ عزت میں کم تر ہے) انگوٹھی پہن کر اس کی عزت بڑھائی جائے۔

آپ سواری کے لئے حدیث رسول ''الخیر معقود فی نواصی الخیل'' کی روشنی میں گھوڑے کی سواری پسند کرتے

تھے، اگر چہ پالکی، بگھی، ہاتھی اور اونٹ پر بھی سواری کر لیتے تھے اور اولاد کو دیگر تعلیم و تربیت کے علاوہ انہیں حدیث رسول ﷺ کے مطابق شہسواری سکھانے کے لئے با قاعدہ ماہرفن افراد متعین کر رکھے تھے کیونکہ حدیث میں بچوں کو تیراکی، شہسواری اور تیراندازی سکھانے کا حکم دیا گیا ہے۔

نواب صاحبؒ اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتے تھے اور دونوں کے حقوق میں بھی مساوات کا خیال رکھتے اور نواب شاہ جہاں بیگم سے نکاح ثانی کے بعد پہلی بیوی ذکیہ بیگم سے پہلے جیسے تعلقات برقرار رکھے اور ان کی ضروریات و اخراجات کے لئے شاہ جہاں بیگم اور انہیں دونوں کو پانچ پانچ صد روپے ماہانہ دیتے تھے۔

والا جاہ مرحوم اپنی اولاد کے مال کی باقاعدگی سے زکوٰۃ دیا کرتے تھے اور اس سلسلے میں ان کے مال کا باقاعدہ حساب رکھتے تھے۔ مولانا جعفر شاہ پھلواروی لکھتے ہیں:

''نواب صاحب کی اپنی اور اپنی بہنوں کی اولاد میں ہر ایک کا وظیفہ یوم پیدائش سے مقرر ہو جایا کرتا تھا، ہر ایک کے سن شعور کو پہنچنے تک وہ رقم جمع ہوتی رہتی تھی، ہر ایک کی تھیلی اور حساب کتاب باقاعدہ کاغذات پر رہتا تھا اور ہر سال ہر ایک کی رقم میں سے پابندی سے زکوٰۃ نکالی جاتی تھی، ہر ایک کی تھیلی اور حساب کتاب کا کاغذ الگ الگ رہتا تھا اور یہ سب رقم بڑے بڑے مقفل صندوقوں میں بند رہتی تھی۔ نواب صاحب کے اس طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مال پر زکوٰۃ واجب ہونے کے قائل تھے نہ کہ اشخاص کے، ورنہ بالغوں کی نہ نکالتے''۔ (۳۹)

نواب صاحبؒ بچوں سے بہت محبت اور پیار کرتے تھے اور اپنے نواسوں، نواسیوں سے ملنے کے لئے ہر دوسرے تیسرے روز اپنی بیٹی کے گھر جایا کرتے تھے اور بچوں کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور اتباع سنت رسول ﷺ میں بیٹی کے گھر داخل ہوتے وقت اجازت لیا کرتے تھے۔

آپ نے اپنی اولاد کے رشتے قائم کرتے وقت بھی سنت رسول ﷺ کو ملحوظ رکھا بلکہ اپنی اولاد کو اپنے پوتوں اور نواسوں کے رشتے کرتے وقت بھی ''فاظفر بذات الدین'' کی نصیحت کی اور رشتہ داری میں نظریات و مذاہب کو ملحوظ رکھنے کی وصیت فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''عقد نکاح کے وقت دین داری کو پیش نظر رکھنا چاہئے اس زمانہ میں رفض و شیعیت اکثر گھروں میں پھیل گئی ہے اور قصبوں میں پہلے سے برادری چلے آنے کے سبب سے آپس میں قرابت کیا کرتے ہیں اور اس زمانہ کے شریفوں کو عالی نسبی اور دولت مندی پر زیادہ نظر رہا کرتی ہے پس ہم کو اور ہماری اولاد اور اولاد در اولاد کو چاہئے کہ وہ نکاح کرتے وقت مذہب کی پاسداری کا خیال رکھیں اور اپنی بیٹی کا کسی شیعہ کے ساتھ نکاح نہ کریں نہ ایسے شخص کے ساتھ نکاح کریں جس پر رفض اور شیعیت کی تہمت لگی ہوئی ہو اگر چہ وہ شخص اپنا عزیز و قریب ہی کیوں نہ ہو اور اپنے شہر ہی میں سکونت کیوں نہ رکھتا ہو اور گو وہ کیسا ہی دولت مند اور عالی نسب کیوں نہ ہو، نہ

اپنے بیٹوں اور پوتوں وغیرہ کا نکاح کسی شیعہ کی لڑکی سے کرنا چاہئے خواہ وہ شیعوں کے کسی فرقہ میں داخل ہو، ہم نے بہت دیکھا ہے اور تم نے بھی سنا ہوگا کہ جس شخص نے روپیہ پیسہ کی طمع میں کسی امیر سے نکاح کیا تو اس کو اپنے مذہب سے ہاتھ دھونا پڑا اور جس شخص نے محض خوبصورتی کو پسند کر کے نکاح کیا اس کا انجام اچھا نہیں ہوا اور دنیا اس کے حق میں دوزخ بن گئی۔'' (۴۰)

آپ نے اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ اتباع سنت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی اور عبادات و معاملات اور تعلقات میں کتاب وسنت کو مشعل راہ بنانے کا درس دیا۔ حج کے لئے جاتے وقت اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' دوسری وصیت یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کو حق و صداقت میں یکساں سمجھو اور کسی کو کسی پر ترجیح نہ دو اور اتباع ظاہر سنت کو اپنا شعار بناؤ جس کی صحت محققین اہل حدیث سے دلیلاً اور نصاً ثابت ہو چکی ہے اور ہرگز رائے کو نصوص صحیحہ پر مقدم نہ رکھو...... اتباع سنت کو (خواہ کوئی عالم یا جاہل اس سے انکار کرے) ہرگز نہ چھوڑو اور اپنے عمل و عقیدہ کو ظاہر کتاب وسنت کے موافق و مطابق رکھو۔'' (۴۱)

آپ اپنی اولاد کے خلافِ سنت کاموں پر بڑے خفا ہوتے اور انہیں اپنے اعمال و معاملات سنت کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب دیتے رہتے۔ بلکہ آپ نے ان کے خلاف سنت معمولات کا برملا اظہار کیا۔ آپ کے صاحبزادے لکھتے ہیں:

مجھ کو خوب یاد ہے کہ عنفوان شباب میں مجھ کو پر تکلف لباس و مکان و آرائش و زیب و زینت جسمانی کا بہت شوق تھا اور شب و روز مشغلۂ شعر و سخن میں مصروف رہا کرتا تھا، میرے بہنوئی ابوتراب میر عبدالحئی خان صاحب مرحوم و مغفور کو مہمان نوازی اور خاطر مدارات احباب میں از حد غلو رہا کرتا تھا اور میرے برادر معظم مرحوم و مغفور کو صوفیائے عصر کی طرف زیادہ میلان تھا اور تعدیل ارکان نماز کا اہتمام کم رہتا تھا۔ قطع نظر اس کے مسجد میں ادائے صلوٰۃ کا اتفاق ہم سب کو بہت کم ہوا کرتا تھا اور یہ امر ان کے خاطر عاطر پر سخت گراں اور شاق ہوتا تھا۔ مگر وہ کسی وقت تنبیہ و تادیب و تہدید سے باز نہیں رہتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی بعض مؤلفات اور وصیت نامہ میں علی الاعلان ان امور پر اظہار ناراضگی و افسوس کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

'' بعض کو شوق تفریق مال اور گور پرست اور پیر پرست جاہل پیرزادگان کو دنیا طلب لوگوں کی ہم نشینی کا شوق ہے اور اہل و عیال کے حقوق سے غفلت کلی ہے اور بعض یاران زمانہ کی مہمان نوازی اور مدارات میں شب و روز مشغول و مصروف رہتے ہیں۔ آپ نقصان اٹھاتے ہیں اور وہ لوگ کامیاب رہتے ہیں۔ حالانکہ شریعت میں حقوق اقارب و اجانب کے حدود مقرر ہیں۔ ان سے تجاوز کرنا داخل اسراف و تبذیر یا سفاہت و تعدی ہے اور بعض کو شوق آرائش و پیرائش لباس و مسکن کا ہے۔ اس میں اسراف ہوتا ہے...... پھر لکھتے ہیں: جس جگہ نور محل کی اب عمارت ہے پہلے یہ ایک ویرانہ جگہ شہر پناہ سے باہر دامن کوہ میں واقع تھی جب اس کے جوار میں میں نے تین گھر (ہر سہ اولاد کے) آباد کئے تو خدا سے کہا کہ: ﴿رَبِّ اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ

ذَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ اور یہ تمنا تھی کہ اس مسجد کو میرے اخلاف آباد رکھیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ان میں سے کسی کو اوقات پنج گانہ میں اقامت نماز کی طرف توجہ نہیں ہے۔ گھر میں نماز پڑھ لیں مگر مسجد تک ان کو آنا دشوار ہے پھر اگر گاہ گاہ نماز کا اتفاق مسجد میں ہوتا ہے تو نماز اس طرح مسجد میں پڑھی جاتی ہے کہ وہ مذہب فقہ کے مطابق بھی صحیح نہیں، اہل سنت واصحاب معرفت کا کیا ذکر، قرأت درست نہ رکوع وسجدہ صحیح پھر اس پر دعوی ولایت ودطی مقامات معرفت۔'' (۴۲)

آپ کا دوسرا وصیت نامہ ۱۲۹۸ھ میں ''مقالة الفصيحة'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس میں آپ نے اپنی اولاد کو کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے اور بدعات ورسومات سے بچنے پر بہت زور دیا ہے اور اس وقت کی کئی بدعات کے نام لکھ کر ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ کی ان وصیتوں میں سے چند ایک مختصراً ذیل میں درج کی جاتی ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ حضرت نواب صدیق حسن خاںؒ کس قدر سنت مطہرہ پر کاربند اور بدعات سے نفور تھے۔

(۱) دین اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اور اسی پر جینا اور مرنا ہے۔ اگر غیر مسلم ہماری آغوش میں تمام دنیا کی دولتیں لا کر رکھ دیں اور اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب، عیسائیت اور یہودیت وغیرہ اختیار کرنے کا کہیں تو ہم ان کی خواہش اور دنیا کی دولت کو ٹھکرا دیں اور آخرت کا انتخاب کریں۔

(۲) اپنا اعتقاد وعمل کتاب وسنت کے مطابق وموافق رکھیں اور متقدمین اہل سنت کے عقاید پر قائم رہیں اور علمائے حدیث کی پیروی کریں نیز فلاسفہ کے شکوک باطلہ کی طرف نظر التفات نہ کریں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز اور درست نہیں ہے۔

(۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھیں ان کے فضائل ومناقب کو ملحوظ رکھیں اور ان کی مدح وثنا کے علاوہ کوئی بات ان کے بارے میں نہ کہیں۔

(۵) اس دور کے مشائخ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور ان کی بیعت کرنا درست نہیں ہے اور ان کی کرامتیں شاذ ونادر کے سوا محض طلسم وشعبدہ بازی ہیں۔

(۶) جاہل صوفی زہر قاتل ہے۔ بے علم عابد، الحاد وبدعت کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے اور بے سنت، فقیہ زاہد خشک ہے جو نور باطن سے محروم ہے اور برکات قلب سے دور ہے۔

(۷) تہذیب وشائستگی کے آداب جو سنت مطہرہ میں مذکور ہیں انہیں اپنا شعار بنانا چاہئے۔

(۸) کاغذی تابوت بنانا جس کا نام تعزیہ ہے۔ تمام رسوم شوم، ماتم کے طریقے مثلاً سیاہ لباس پہننا، سینہ کوبی کرنا، آنسو بہانا، مجلس عزا کا انعقاد کرنا یہ سب مطرود ومردود ہیں۔

(۹) بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی a منانا، اس موقع پر کھانے پکانے، ذکر ولادت پر کھڑا ہونا وغیرہ۔ گیارہویں اور حضرت عبدالقادر

جیلانیؒ کی محفل کرامات وغیرہ منعقد کرنا سنت سے ثابت وجائز نہیں ہے۔

(۱۰) قبروں کو پختہ بنانا، ان پر چادر وغیرہ چڑھانا، انہیں مختلف طرح سے دھونا اور بزرگوں کے عرس منانا حرام ہیں۔ نیز قوالیاں اور رقص وسرود وغیرہ بھی حرام، مردود اور کبیرہ گناہ ہے۔

(۱۱) اولیاء اللہ کی قبروں پر حاجت روائی ومشکل کشائی کی استدعا کرنے کے لئے جانا بھی شریعت اسلامیہ میں ناجائز ہے۔

(۱۲) مردوں کو قبروں میں دفن کرنے کے بعد اذان کہنا، نماز تراویح یا نماز جمعہ کے وقت دو اذانوں کے درمیان الصلوٰۃ کہنا، نماز کی اذان کے بعد الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ یا الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ کہنا۔ نبی مقدس ﷺ کے نام نامی پر انگوٹھوں کو چومنا و آنکھوں پر رکھنا، دوخطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھانا۔ نماز عید کے بعد معانقہ کرنا نماز فجر وعصر کے بعد مصافحہ کا التزام کرنا وغیرہ بدعت ہے اور سیرت رسول ﷺ کے خلاف ہے۔

(۱۳) ارامله اور بیواؤں کے نکاح سے عار کرنا بھی بدعت ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کے مقدس ناموں کی بجائے یا علی یا حسین یا خواجہ، یا پیر یا قطب یا غوث وغیرہ کے وظائف، بغداد کی جانب پیٹھ کرنے کو معیوب سمجھنا سب بدعت ہیں اور اولیاء اللہ کو حاضر ناظر جان کر انہیں متصرف کہا جانا بدعت کے درجہ سے بڑھ کر کفر کی حد کو پہنچ چکے ہیں۔

(۱۴) عبدالرسول، عبدالنبی، حسن بخش، امام بخش وغیرہ (نام) بھی بدعت اور نجاست شرک سے آلودہ ہیں۔ (۴۳)

آپ نے خود متبع سنت ہونے کے ساتھ ساتھ احیاء سنت پر بھی نہایت جدوجہد سے کام لیا۔ اپنی اولاد کے علاوہ اپنی زوجہ محترم رئیسہ شاہ جہاں بیگم کو بھی قرآن وسنت کی اتباع کی ترغیب دیتے۔ انہیں پردہ کروایا اور معاملات حکومت بھی انہیں پردہ نشینی میں انجام دینے کی تلقین کی۔ چنانچہ انہوں نے شرعی تقاضوں کے مطابق پردہ شروع کر دیا اور چاروں وائسریان ہند سے کلکتہ اور دہلی میں برقع اوڑھے ملاقات کی ہے اور ان کی تصویر بھی چہرہ پر نقاب اوڑھے بنائی گئی۔ (۴۴)

صاحب مآثر لکھتے ہیں:

> ''اسی طرح رئیسہ عالیہ کے جانب سے اگر کوئی ایسا امر ظہور میں آتا تھا جو ان کے نزدیک خلاف کتاب وسنت ہوتا تھا تو فوراً بلا تامل ان کے سامنے نصوص کتاب وسنت پیش کر کے اس کی تلافی مکافات کی کوشش کرتے تھے۔ مثلاً ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ تمام اراکین وعمائد کی تصویریں کھچوائی گئیں اور ان کو بھی چند مرتبہ تصویر کھچوانا پڑی چونکہ یہ امر ان کے نزدیک شرعاً جائز نہ تھا اس لئے خود انہوں نے بذات خاص صدقات اور حسنات اور استغفار سے اس کی تلافی کی کوشش کی اور رئیسہ عالیہ کو بھی آمادہ کر کے اس کے مکافات پر توجہ دلائی۔ متعدد مرتبہ اس قسم کے واقعات پیش آئے مگر وہ دلالت خیر سے باز نہیں رہتے تھے۔'' (۴۵)

آپ سنت مطہرہ کو نور تصور کرتے تھے اور بدعت کو ظلمت وگمراہی خیال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بدعت اگرچہ حسنہ ہی کیوں نہ ہو اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے اور آخر کار ختم وطبع اور رین (یعنی دل پر مہر اور زنگ) کی نوبت آجاتی ہے اور سنت اگرچہ

اَنـدَکْ (قلیل، ذرا سی) ہو اس سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔اسی لئے آپ کی تمام تصنیفات و تالیفات میں اتباع سنت پر زور دیا گیا ہے اور بدعات و رسومات کی پر زور تردید کی گئی ہے۔ایک مقام پر شرک و بدعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شرک و بدعت سے توبہ کرنا سب سے مقدم ہے اس لئے کہ شرک کے ستر اور بدعت کے بہتر درجے ہیں۔ شرک وہ بلا ہے جس سے بڑے بڑے اکابر نہ بچ سکے اور بدعت وہ آفت ہے جس میں بڑے بڑے اہل علم پھنس گئے۔جاہل مومن، شرک کو شرک نہیں سمجھتا اور بدعتی، بدعت کو اچھا سمجھتا ہے۔اس لئے انہیں توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔''(۴۶)

نواب صاحب تمام متنازع امور کو قرآن و سنت پر پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور آیت کریمہ:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (۴۷)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''متنازع امور کو کتاب و سنت پر پیش کرنا واجب ہے، اگر اس کا حکم قرآن مجید میں ہو تو اس کے مطابق فیصلہ ہوگا اور اگر اس میں نہ ہو تو رسول اکرم ﷺ کی سنت پر پیش کرنا ہوگا اور اگر سنت رسول ﷺ میں بھی نہ ہو تو پھر اجتہاد کا راستہ اختیار کرنا ہوگا اور اس حکم کے بارے میں لوگوں کی آراء کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ ہدایت کی تبیین کے بعد اللہ و رسول ﷺ کی مخالفت ہوگی۔''(۴۸)

یہی وجہ ہے کہ آپ نے (دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق) صرف اتباع سنت پر گیارہ سے زاید کتب لکھیں لیکن ہمارے خیال میں آپ کی تمام تصنیفات و تالیفات کا مرکز و محور ہی اتباع سنت ہے۔اور آپ کی حیات مبارکہ کے ایک ایک لمحہ اور آپ کی کتب کے ایک ایک ورق سے اس کی شہادت ملتی ہے کہ آپ احیاء سنت کے اس قدر متمنی اور دلدادہ تھے کہ آپ کے بقول:

''میں یہ نیت رکھتا ہوں کہ اگر میرا بس چلے تو روئے زمین پر کسی ایسی کتاب کو باقی نہ رہنے دوں جو کتاب اللہ کے مخالف ہو، نہ کسی بدعت کو چھوڑوں جو سنت سے متصادم ہو، نہ دن یا رات میں کسی قسم کا فسق علی الاعلان ہونے دوں اور اگر کسی قسم کا فسق وقوع پذیر ہو جائے تو شریعت کے مطابق حدود و تعزیرات نافذ کر کے اس کی روک تھام کر دوں۔''(۴۹)

اسی ضمن میں آپ مزید لکھتے ہیں:

''انقلاب کا ہنگامہ سن کر اہل عزائم نے آ گھیرا۔عام لوگوں کے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ امراء و رؤسا عملیات کے معتقد ہوتے ہیں۔حالانکہ پہلی بات یہ ہے کہ میں امیر نہیں ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ علم سے فقیر بھی نہیں ہوں کہ اہل شرک و بدعت کے دام تزویر میں گرفتار ہو جاؤں۔میں تو اپنے اعتقاد کے مطابق کسی

شخص کا معتقد نہیں ہوں۔ خصوصاً ان فقراء و مشائخ کا تو بالکل نہیں جو جہالت کے اس دور میں دکانداری کرتے ہیں۔ مجھے ان کی حرکات بے برکات پر تعجب ہے کہ یہ اپنی جہالت، خباثت اور شرک و بدعت میں کس موحد کو پھانسنا چاہتے ہیں۔ ان احمقوں نے اتنا بھی خیال نہ کیا کہ میں تو مشہور اہل حدیث ہوں اور ''تقویۃ الایمان'' اور رسائل توحید کا پابند ہوں۔ میرے سامنے کسی رمال، جفار، منجم اور عزیمت خواں کی اتنی قدر بھی نہیں، جتنی انسان کی نظر میں جانوروں کی ہوتی ہے۔ کیونکہ موحد تو ہر بلا ورخا اور مصیبت و عافیت میں اللہ ہی کو پکارتا ہے۔ جان جائے، مال جائے، آبرو جائے مگر ایمان نہ جائے۔ کچھ ہو مگر اللہ و رسول ﷺ کے طریقہ سے انحراف نہ ہو۔

من نخوا ہم کرد ترک لعل یار و جام مے!
زاہداں معذور داریدم کہ ایں ہم مذہب ست

اور عربی شاعر نے کہا ہے:

مذاهب شتی للمحبین فی الهوٰی
ولی مذهب واحدا عیش به وحدی

ہاں وہ لوگ جو عقل و دین کے اعتبار سے ناقص ہیں، وہ جلد ان کے پھندے میں حصولِ مدعا اور دفعِ بلا کی امید سے پھنس جاتے ہیں، یا عوام کالانعام جنہیں دین و ایمان سے کچھ حصہ نہیں ملا۔ وہ اپنا مال ان حرام خوروں اور دغا بازوں کو کھلاتے اور دیتے ہیں اور جو شخص پاک دین والا، صاحب توحید ہے، وہ اپنے نشہ توحید اور مستی حسن عقاید میں ان کالین بطالین کی کچھ پروا نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اسی توحید و سنت پر زندہ رکھے اور مارے اور انواع شرک و بدعت سے بچائے کیونکہ میں توحید کے طفیل سارے جہاں کے علوم و معارف سے بے نیاز ہوں۔

اور اگر بالفرض حصول مدعا اور دفع کرب و بلا کے لئے عزائم و ادعیہ کا بجالانا ضروری ہے تو آیاتِ کتاب اللہ اور اذکار و ادعیہ، ماثورہ ہی کافی ہیں۔ وہ کون سی دینی و دنیاوی آفت و مصیبت ہے، جس کا علمی علاج شرع شریف میں نہیں ہے اور وہ کون سی حاجت، مطلب اور مدعا ہے، جس کے لئے ہمیں آنحضرت a نے کوئی ذکر یا دعا تعلیم نہیں فرمائی۔'' (۵۰)

الغرض آپ زندگی بھر اتباع سنت پر قائم رہے، احیاء سنت کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرتے رہے، سنت رسول ﷺ کے مطابق زندگی بسر کی اور سنت رسول ﷺ پر ہی پر فوت ہوئے اور آپ کی وصیت کے مطابق سنت رسول ﷺ کے مطابق نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کی گئی اور قبر بھی اتباع سنت میں کچی بنائی گئی جس پر کوئی تختی نہیں لگائی گئی۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافیہ واعف عنہ۔

☆............☆............☆

حوالہ جات

۱۔ القرآن: النساء (۴) ۵۹

۲۔ القرآن: المائدۃ (۵) ۹۲

۳۔ القرآن: محمد (۴۷) ۳۳

۴۔ القرآن: الحجرات (۴۹) ۲ـ۱

۵۔ القرآن: النور (۲۴) ۵۴

۶۔ القرآن: النساء (۴) ۸۰

۷۔ القرآن: الحشر (۵۹) ۷

۸۔ القرآن: آل عمران (۳) ۳۱

۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح بخاری ج:۲، ص:۳۷۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ ایضاً، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ القرآن: النجم (۵۳) ۴ـ۳

۱۴۔ القرآن: الاحزاب (۳۳) ۲۱

۱۵۔ قشیری، مسلم بن حجاج، امام صحیح مسلم حدیث نمبر ۳۱۰۔ ج:۲، ص:۹۴۳ طبع مصر

۱۶۔ القرآن: المائدہ (۵) ۳۸

۱۷۔ خطیب، محمد عجاج، السنۃ قبل التدوین، ص:۲۶

۱۸۔ القرآن: النساء (۴) ۱۱۵

۱۹۔ شعرانی، کتاب المیزان، ص ۵۲

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ حاکم، معرفۃ علوم الحدیث ص:۶۵۔ قاہرہ ۱۹۳۷ء

۲۲۔ خطیب، محمد عجاج، السنۃ قبل التدوین ص:۲۵ـ۲۴، قاہرہ ۱۹۶۳ء

۲۳۔ ابقاء المنن ص

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ صدیق حسن، سید، قرۃ الاعیان ومسرۃ الاذہان، ص:۸ـ۷، مطبع الجوائب

۲۶۔ ابجد العلوم ج:ص:۴۰۰

۲۷۔ ابقاء المنن

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ صدیق حسن، سید، منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول ﷺ ص ۲۱۳، مکتبہ شاہ جہانی بھوپال ۱۲۹۲ھ۔

۳۰۔ الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ، ص:۳۰، اسلامی اکادمی لاہور ۱۹۷۷ء

۳۱۔ صدیق حسن، سید، سلسلۃ العسجد فی مشائخ السند، ص:۳، مطبع شاہ جہانی بھوپال ۱۲۹۳ھ۔

۳۲۔ ابقاء المنن

۳۳۔ ایضاً ص:۹۶ـ۱۰۱

۳۴۔ ایضاً ص:۱۷۰ـ۱۷۱

۳۵۔ مآثر صدیقی ج:۴، ص:۶۳

۳۶۔ جعفر شاہ پھلواروی، حرفے از داستان، نواب صدیق حسن خان مرحوم ہفت روزہ الاعتصام ۱۲/اکتوبر ۱۹۵۰ء

۳۷۔ مآثر صدیقی، ج:۴، ص ۷۲ـ۷۱

۳۸۔ مقالۃ الفصیحہ ص:۷۲

۳۹۔ جعفر شاہ پھلواروی، حرفے از داستان نواب صدیق حسن خاں مرحوم ہفت روزہ الاعتصام ۱۲/اکتوبر ۱۹۵۰ء

۴۰۔ مآثر صدیقی، ج:۴، ص ۱۳۵ـ۱۳۴

۴۱۔ ایضاً ج:۴، ص ۱۰۸ـ۱۰۷

۴۲۔ ایضاً ج:۴، ص:۸۴ـ۸۳

۴۳۔ تفصیل کیلئے آپ کا وصیت نامہ ثانی، مقالۃ الفصیحہ کے نام سے ۱۲۹۸ھ کو مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوا ملاحظہ فرمائیں۔

۴۴۔ رضیہ حامد، ڈاکٹر، نواب صدیق حسن خاں، ص:۱۱۶

۴۵۔ مآثر صدیقی ج:۴، ص:۸۲

۴۶۔ ابقاء المنن ص:۱۹۲

۴۷۔ القرآن النساء (۴) ۵۹

۴۸۔ صدیق حسن خاں، سید، تفسیر فتح البیان ج:۳، ص ۱۵۹ـ۱۵۸۔

۴۹۔ ابقاء المنن ص:۱۳۵

۵۰۔ ایضاً ص:۲۹۱ـ۲۸۹۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کائنات کے Origion، وقت اور جگہ کا قرآنی تصور

The Quranic Concept of the Origion of Universe, Time and space

Dr. Muhammad Khan Malik

Abstract

As the metaphorical / spiritual time and space interacts with this worldly time and space, so this deilemma of origion and the end of the world, the life and its future. What is heaven? Where is it? Who is the originater of the skies, the sun and moon and other galexyies and what are the functions/purposes of all these? And the magnitude of the time and scale remains a unsolves question. The today's modern thinkers, scientists, philosphers and intelectuals with their brainpower could not find proper / correct answer to these tight spots. The modern theories like beg bang, human origion theory like Darwin theory could not satisfy human earg. According to Holy Quran the delight of the righteous is promised in heaven and the suffering of the sinners would be in hell. The spacing and structure of the whole of the universe are although relative terms i.e. whether clearly, up and down, it would be incorrect to think of heaven of hella as these are simply different conditions and two distinct time and space/places. The Angels, the souls, heaven, the hell and earth one cannot denote the location of the spiritual world, it is not whithin the "coordinates" of our space-time system. That space is different and, although it has its beginnings here, it expands in new directions beyond the reaches of human mind.

In this paper the endevour is done to highlight these questions through divineknowledge of Holy Quran.

☆ اسلامک اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان۔ malik@hotmail.com

کائنات کے Origion، وقت اور جگہ کا قرآنی تصور

ڈاکٹر محمد خان ملک

ا۔تعارف:

کائنات میں عدم سے وجود میں آنا اور اس کا انتظام ایک بڑے عالی شان والی ذات نے کیا ہے۔اس حقیقت کا اعلان سورۃ الذریات: آیت ۴۷، میں کیا گیا ہے۔اس کی تخلیق کے بارے میں بگ بینگ نظریئے نے بہت ہی محدود معلومات دی ہیں۔ بگ بینگ کے صفر حجم نظریئے میں اس کی تخلیق ایک ذاتی سوچ وفکر ہے۔ان کو یہ پتہ نہیں کہ آسمان وزمین (پہلے) بند تھے۔پھران کو کھول دیا گیا۔ (سورۃ انبیاء ۳۰)

امام سیوطی نے احادیث سے اس موضوع کی تفصیل نقل کر دی ہے۔اس طرح ہیومن جینوم پروجیکٹ اور ارتقاء پرستوں کی غلط بیانیوں پر سے ہارون یحیٰی نے پردہ اٹھایا ہے۔لکھتے ہیں کہ: جس کو عرف عام Big Bang کا نام دیا جاتا ہے کہ اس کے بعد کائنات وجود میں آئی، مگر ایسا بالکل بھی نہ ہوا بلکہ اس کے برعکس وہ سارے ذرات جمع ہو گئے اور یہ ستاروں نظام شمسی اور گیلکسی کی شکل اختیار کر گئے اور یہ صورت حال غور طلب وفکر انگیز ہے اور عقل انسانی کو للکارتی ہے کہ ایسا کیوں اور کیسے ہوا؟

(ا) انسانی ارتقاء پرستوں (Evolutionists) کی تحریروں کا بھی کافی حد تک جھوٹ کھل چکا ہے۔اس موضوع کی حقیقت کے ادراک کیلئے عقل کو وحی کے طابع کرنا پڑتا ہے۔یعنی قرآنی علوم کیلئے انسانی خیال کو توجہ میں بدلنا ہے، توجہ کو لگن میں لگن کو محبت میں، پھر اس محبت کو عشق میں جو معراج قرب حق قرآن ہے۔اس کیلئے نفس کی حقیقت و ماہیت، جسم وقلب اور روح کو سمجھنا ہے۔ جس کیلئے نفس کو دل کے مقام پر، دل کو جان کے مقام پر اور جان (روح) کو باطن کے محل پر لے جانا پڑتا ہے۔یعنی علم الیقین کو عین الیقین پر اور عین الیقین کو حق الیقین پر، اس حال میں وقت اور جگہ بے محل ہو جاتے ہیں۔ یہ معائینہ و مشاہدہ حق و باطل کا مقام ہے۔فرمان حق ہے۔

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ م بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ ج اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط قَالُوْا بَلٰی: شَھِدْنَا: اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِیْنَ o (ا)(۱۷۲۔اعراف)

اور (یاد کیجیے!) جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی نسل نکالی اور ان کو انہی کی جانوں پر گواہ بنایا (اور فرمایا) کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ وہ (سب) بول اٹھے: کیوں نہیں؟ (تو ہی ہمارا رب ہے (ہم گواہی دیتے ہیں تا کہ قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے۔

یہ سب کیسے وقوع پذیر ہوتا ہے یعنی تربیت انبیاء سے جیسے فرمایا۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ (۱۵۱۔بقرہ)

اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً وقلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرار معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

اس کی مثال وہ شخص ہے جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا کچھ علم تھا۔ جس نے تخت سباء کو He moved it in image less time میں move کردیا۔ یہ معاملہ سورۃ نمل کی قرآنی آیت کریمہ نمبر ۴۰ سے واضح ہے۔

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ط فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ صلے قف لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ط وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ○ (۳)(۴۰۔نمل)

(پھر) ایک ایسے شخص نے عرض کیا جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا کچھ علم تھا کہ وہ اسے آپ کے پاس لا سکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی نگاہ آپ کی طرف پلٹے (یعنی پلک جھپکنے سے بھی پہلے)، پھر جب (سلیمان نے) اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا (تو) کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ آیا میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری، اور جس نے (اللہ کا) شکر ادا کیا سو وہ محض اپنی ہی ذات کے فائدہ کیلئے شکر مندی کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو بے شک میرا رب بے نیاز، کرم فرمانے والا ہے۔

یہ وہ مقام ہے جب جان (روح) باطن کے مشاہدہ حق پر ہوتی ہے جہاں زمانی و مکانی اور زندگی اور موت کی کیفیت بے معانی ہوتی ہے۔ یہ مقام عبدیت کی معراج ہوتی ہے جو پیکر و پیراہن نورانی کا مقام ہے۔ یہ مقام شہادت حق ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لا وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (۴)(آل عمران:۱۸)

اللہ نے اس بات پر گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں (یہ مقام عبدیت کی معراج ہوتی ہے جو پیکر و پیراھن نورانی کا مقام ہے۔ یہ مقام شہادت حق ہے) نے بھی (اور ساتھ یہ بھی) کہ وہ ہر تدبیر عدل کے ساتھ فرمانے والا ہے، اس کے سوا کوئی لائق پرستش نہیں وہی غالب حکمت والا ہے۔

انسان فطرتی ذرائع علوم ہیں یعنی عقل اور وجدان کے ذریعے وہ اس کائنات کی حقیقت تک نہیں پہنچ پاتا جب تک وحی کو ذریعہ علم نہ بنائے۔ محترم رحمان فیض اپنی کتاب کائنات انسان اور مذہب میں لکھتے ہیں کہ۔ الغرض سائنس کی جدید شاخوں اور ان کی رو سے سامنے آنے والی جدید معلومات نے سائنس کی روایتی عقل پرستی میں دراڑیں ڈال دی ہیں۔ خلاف عقل اور روایتی قوانین کے

برخلاف کسی بھی واقعے کی تردید میں پیش پیش سائنس اب خود ایک ایسے دور میں داخل ہوگئی ہے کہ جس کی بنیاد ہی خلاف عقل اور غیر یقینی واقعات پر ہے۔(۴)

"A man through with his mind/memory a Logic/Philosophy and by his senses can not understand the real myth of these realities/ discoveries, regarding hidden things and matter os human affairs like fears & happiness, the human success and failures and final success upto full extents. So there is a external link and sourse of knowledge for mankind to understand and to resolve these all issues of human problems that is a divine guidance i.e. wahi or reviled knowledge through prophets of the Lord of the univers."

The divine revelation and who is the that Lord?

وحی الٰہیہ کی صورتیں اور اقسام اس کو عربی میں الاشارہ السرعۃ بلطف کہا گیا ہے۔(۵) اس کی تین مندرجہ کیفیات ہیں۔

۱۔وحی قلبی ۲۔وحی ملکی ۳۔پردے کے پیچھے سے کلام (عالم بشریت کے لئے خطاب الٰہی کا واسطہ اور وسیلہ صرف نبی اور رسول ہے یہ بے شک وہ بلند مرتبہ بڑی حکمت والے کا کام ہے) تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ٥(٦)(الشوریٰ:۵۱)

اور ہر بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہ راست) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے (کسی کو شان نبوت سے سرفراز فرمادے) یا پردے کے پیچھے سے (بات کرے جیسے موسیٰ علیہ السلام سے طور سینا پر کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اس کے اذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے (الغرض عالم بشریت کیلئے خطاب الٰہی کا واسطہ اور وسیلہ صرف نبی اور رسول ہی ہوگا)، بے شک وہ بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہے۔

کون اَللّٰہ؟ اللہ للہ لہ ہ یعنی وہ اللہ ہے۔سب کچھ جس کا ہے اور سب کچھ اسی ہی کیلئے ہے۔اس کی مانند کوئی چیز نہیں ہے۔وہی حقیقی مالک و خالق ذات ہے۔ The sole Authority and true God Almighty Allah(swt) ہے۔

See following Quranic Evedance.

رب بے نیاز، کرم فرمانے والا وہ خالق ہے۔یہ بدع و تخلیق کائنات یعنی یہ کہ ہر چیز کو عدم سے وجود میں لانے اور حکم و تدبیر کا نظام چلانے والی طاقت یہی خالق کائنات ہے۔یہی اللہ تعالیٰ اعز او جل و اعظیم ہستی ہے۔جو عظیم تخت اقتدار کا مالک جس کا العرش

الکریم، کون مکان اور کرسی و لوح محفوظ ہے۔ Arsh-e-Azeem/Kursi & Lauh-o-Mahfooz۔ لامکان Time and space less Area۔ اور پوری کائنات کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا ہے۔ وہی وقت و زمان کی مقدار و معیار مقرر فرمانے والا ہے۔ حسب ذیل تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ (۷) (طٰہٰ:۵)

(وہ) نہایت رحمت والا (ہے) جو عرش (یعنی جملہ نظام ہائے کائنات کے اقتدار) پر (اپنی شان کے مطابق) متمکن ہو گیا۔

وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ اور لکھی ہوئی کتاب کی قسم۔ طور فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ۔ (جو) کھلے صحیفہ میں (ہے) (۸) (طور:۲،۳)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ (نمل:۲۶)

اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں (وہی) عظیم تخت اقتدار کا مالک ہے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِيْمِ ۝ (۹) (بقرہ:۱۱۶)

پس اللہ جو بادشاہ حقیقی ہے بلند و برتر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں بزرگی اور عزت والے عرش (اقتدار) کا (وہی) مالک ہے۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ج يَذْرَؤُکُمْ فِيْهِ ط لَيْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (۱۰) (الشوریٰ:۱۱)

آسمانوں اور زمین کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے، اسی نے تمہارے لئے تمہاری جنسوں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں کے بھی جوڑے بنائے اور تمہیں اسی (جوڑی کی تدبیر) سے پھیلاتا ہے، اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (۱۱) (۱۲۔ الشوریٰ:۱۲)

وہی آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا مالک ہے (یعنی جس کیلئے وہ چاہے خزانے کھول دیتا ہے) وہ جس کیلئے چاہتا ہے رزق عطا کشادہ فرما دیتا ہے اور (جس کیلئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَيُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ج وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج وَسِعَ کُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ج وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِيْمُ ۝ (بقرہ:۲۵۵)

اللہ، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے (سارے عالم کو اپنی تدبیر سے) قائم رکھنے والا ہے، نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے، کون ایسا شخص ہے جو اس کے حضور اس کے اذن کے بغیر سفارش کر سکے، جو کچھ مخلوقات کے سامنے (ہو رہا ہے یا ہو چکا) ہے اور جو کچھ ان کے بعد (ہونے والا) ہے (وہ) سب جانتا ہے، اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ چاہے، اس کی کرسی (سلطنت و قدرت) تمام آسمانوں اور زمین کو محیط ہے، اور اس پر ان دونوں (یعنی زمین و آسمان) کی حفاظت ہرگز دشوار نہیں، وہی سب سے بلند رتبہ بڑی عظمت والا ہے۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (سورہ بقرہ:۱۱۷)

وہی آسمانوں اور زمین کو وجود میں لانے والا ہے، اور جب کسی چیز (کے ایجاد) کا فیصلہ فرما لیتا ہے تو پھر اس کو صرف یہی فرماتا ہے کہ 'تو ہو جا' پس وہ ہو جاتی ہے۔ سورۃ المومنون میں فرمان حق ہے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ ۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (۱۴) (اعراف:۵۴)

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین (کی کائنات) کو چھ مدتوں (یعنی چھ ادوار) میں پیدا فرمایا (اپنی شان کے مطابق) عرش پر استواء (یعنی اس کائنات میں اپنے حکم و اقتدار کے نظام کا اجراء) فرمایا۔ وہی رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے (درآنحالیکہ دن رات میں سے) ہر ایک دوسرے کے تعاقب میں تیزی سے لگا رہتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (سب) اسی کے حکم (سے نظام) کے پابند بنا دیے گئے ہیں۔ خبردار! (ہر چیز کی) تخلیق اور حکم و تدبیر کا نظام چلانا اسی کا کام ہے۔ اللہ بڑی برکت والا ہے جو تمام جہانوں کی (تدریجاً) پرورش فرمانے والا ہے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ○ (آل عمران:۲)

اللہ، اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں (وہ) ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے (سارے عالم کو اپنی تدبیر سے) قائم رکھنے والا ہے۔ (۱۵)

اللہ ہی انسانی موت وحیات اور ما بعد کا مالک:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○ (۱۶) (انبیاء:۳۵)

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں آزمائش کیلئے مبتلا کرتے ہیں، اور تم ہماری ہی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

الٰہیہ نظام اوقات (قرآنی زمانی سکیل Time scales, Quranic Version):

☆ عام ایک رات ۱۲ گھنٹے (Normal Night Scale) اور لیل القدر ۱۰۰۰ ماہ (Special Holy Night) کے برابر۔

لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَھۡرٍ۔ (القدر:۳)

شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (۱۷)

☆ ایک عام دن ۱۲ گھنٹے۔ اور تمام اقتدار کی تدبیر اور اعمال کے عروج کا دن ۱۰۰۰ سال کے برابر

یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ ثُمَّ یَعۡرُجُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗۤ اَلۡفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ o (۱۸) (السجدہ:۵)

وہ آسمان سے زمین تک نظام اقتدار کی تدبیر فرماتا ہے پھر وہ امر اس کی طرف ایک دن میں چڑھتا ہے (اور چڑھے گا) جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو۔

☆ دنیا کی زندگی کا ایک دن ۱۲ گھنٹے۔ اور فرشتے اور روح الامین کے عروج کا دن ۵۰۰۰۰ سال کے برابر

تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ ۚ (۱۹) (معارج:۴)

اس (کے عرش) کی طرف فرشتے اور روح الامین عروج کرتے ہیں ایک دن میں، جس کا اندازہ (دنیوی حساب سے) پچاس ہزار برس کا ہے۔

☆ فِیۡ یَوۡمٍ اگر وَاقِعٍ کا صلہ ہو تو معنی ہوگا کہ جس دن (یوم قیامت کو) عذاب واقع ہوگا اس کا دورانیہ ۵۰ ہزار برس کے قریب ہے۔ اور اگر یہ تَعۡرُجُ کا صلہ ہو تو معنی ہوگا کہ ملائکہ اور ارواح مومنین جو عرش الٰہی کی طرف عروج کرتی ہیں ان کے عروج کی رفتار ۵۰ ہزار برس یومیہ ہے، وہ پھر بھی کتنی مدت میں منزل مقصود تک پہنچے ہیں۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔ (یہاں سے نوری سال (Light year) کے تصور کا استنباط ہوتا ہے۔

☆ قیامت کے دن کا دورانیہ ۵۰ ہزار برس کے قریب ہے اور اس دن سب اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ لَیَجۡمَعَنَّکُمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ؕ وَ مَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیۡثًا o (۲۰) (نساء:۸۷)

اللہ ہے (کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ تمہیں ضرور قیامت (دورانیہ ۵۰ ہزار برس کے قریب ہے) کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، اور اللہ سے بات میں زیادہ سچا کون ہے۔

وَ اتَّقُوۡا یَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡہِ اِلَی اللّٰہِ ٭ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفۡسٍ مَّا کَسَبَتۡ وَ ھُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ o (۲۱) (بقرہ:۲۸۱)

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو جو کچھ عمل اس نے کیا ہے اس کی پوری

پوری جزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا o جنت اور دوزخ اور ابدی زندگی کے دن رات کا معیار اور مدت ۔
لامتناہی (Image less Time)

The Quranic verssion on the Structure of the Universe & Cosmos

خالق کون، ترکیب کائنات وحقیقت و ماہیت کیا ہے۔ تخلیق کیونکر ہوئی؟ جو کچھ آسمانوں (کی بالائی نوری کائناتوں اور خلائی مادی کائناتون) میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان (فضائی اور ہوائی کروں میں) ہے اور جو کچھ سطح ارضی کے نیچے آخری تہہ تک ہے سب اسی کے (نظام اور قدرت کے تابع) ہیں۔
(۲۲)(طٰہٰ:٦)

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ o (۲۳)(بقرہ:۱۱۷)

وہی آسمانون اور زمین کو وجود میں لانے والا ہے، اور جب کسی چیز (کے ایجاد) کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو پھر اس کو صرف یہی فرماتا ہے کہ 'تو ہوجا' پس وہ ہوجاتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ط (۲۴)(ہود:۷)

اور وہی (اللہ) ہے جس نے آسمانوں اور زمین (کی بالائی وزیریں کائناتوں) کو چھ روز (یعنی تخلیق وارتقاء کے چھ ادوار ومراحل) میں پیدا فرمایا اور (تخلیق ارضی سے قبل) اس کا تخت اقتدار پانی پر تھا (اور اس نے اس سے زندگی کے تمام آثار کو اور تمہیں پیدا کیا) تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے؟

۱۔ Earth زمین، سورج اور دیگر سیارے:

۳۔ **وهو الذی مد الارض وجعل فيها رواسی وانهر ط ومن كل الثمرت جعل فيها زوجين اثنين يغشی اليل النهار ط ان فی ذلک لايت لقوم يتفكرون o (۲۵)**

اور وہی ہے جس نے (گولائی کے باوجود) زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے، اور ہر قسم کے پھلوں میں (بھی) اس نے دودو (جنسوں کے) جوڑے بنائے (وہی) رات سے دن کو ڈھانک لیتا ہے، بے شک اس میں تفکر کرنے والوں کیلئے (بہت) نشانیاں ہیں۔

۴۔ **وفی الارض قطع متجورت وجنت من اعناب وزرع ونخيل صنوان وغير صنوان يسقى بمآء واحد قف ونفضل بعضها على بعض فی الاكل ط ان فی ذلک لايت لقوم يعقلون o (۲۶)**

اور زمین میں (مختلف قسم کے) قطعات ہیں جو ایک دوسرے کے قریب ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور

کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں، جھنڈ دار اور بغیر جھنڈ کے، ان (سب) کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، اور (اس کے باوجود) ہم ذائقہ میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشتے ہیں، بے شک اس میں عقلمندوں کیلئے (بڑی) نشانیاں ہیں۔

۲۔ cosmos فضاء Space:

تبرک الذی جعل فی السمآء بروجا وجعل فیها سرجا وقمرًا منیرًا ٥ (۲۷)(۲۱)

وہی بڑی برکت وعظمت والا ہے جس نے آسمانی کائنات میں (کہکشاؤں کی شکل میں) ساوی کروں کی وسیع منزلیں بنائیں اور اس میں (سورج کو روشنی اور تپش دینے والا) اور وہی ذات ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے گردش کرنے والا بنایا اس کیلئے جو غور وفکر کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے (ان تخلیقی قدرتوں میں نصیحت وہدایت ہے)۔

۳۔ سات آسمان 1-7 Skies:

اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا۔ (سورۃ الملک:۳)

جس نے سات (یا متعدد) آسمانی کرے باہمی مطابقت کے ساتھ (طبق در طبق) پیدا فرمائے۔

وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ٥ (۲۸) (الغاشیہ:۱۸)

اور آسمان کی طرف (نگاہ نہیں کرتے) کہ وہ کیسے (عظیم وسعتوں کے ساتھ) اٹھایا گیا ہے؟

۴۔ زندگی اور موت، قبر اور عالم برزخ/Barzakh:

حیات یعنی زندگی اور موت خالق کائنات کی تخلیق ہے۔ فرمان مالک ہے:۔

الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا وھو العزیز الغفورا۔ (۲۹)

(تبارک الذی:۲)

یہ وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو تخلیق کیا۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ تمہیں آزمایا جائے کہ تم میں سے کون ہے جو احسن عمل کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰىٓ اَجَلًا ط وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ٥ (۳۰)

(الانعام:۲)

(اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں مٹی کے گارے سے پیدا فرمایا (یعنی کرہ ارضی پر حیات انسانی کی کیمیائی ابتداء

اس سے کی)۔ پھر اس نے (تمہاری موت کی) میعاد مقرر فرما دی، اور (انعقادِ قیامت کا) معینہ وقت اسی کے پاس (مقرر) ہے پھر (بھی) تم شک کرتے ہو۔

انسانی موت وحیات اور فکر وطرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے؟ موت کے بعد کیا ہوگا؟

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ط وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○ (۳۱)(انبیاء:۳۵)

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں آزمائش کے لئے مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

۵۔Alam-e-Arwah/Soul عالمِ ارواح:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ م بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ج اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوْا بَلٰى ج شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ○ (۳۲)(اعراف:۱۷۲)

اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی نسل نکالی اور ان کو انہی کی جانوں پر گواہ بنایا (اور فرمایا): کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ (سب) بول اُٹھے: کیوں نہیں؟ (تو ہی ہمارا رب ہے)، ہم گواہی دیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے۔

"And remember when your Lord brought forth from the children of Adam, from their loins, their seeds" (7:172)

۶۔ بیت معمور اور سدرۃ المنتہیٰ Sidrah-tul-muntaha:

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ○ (طور:۴) اور (فرشتوں سے) آباد گھر (یعنی آسمانی کعبہ) کی قسم۔

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ○ (طور:۵) اور اونچی چھت (یعنی بلند آسمان یا عرشِ معلّٰی) کی قسم۔

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ (سورہ نجم:۱۴) سدرۃ المنتہیٰ کے قریب۔

۷۔Hell & Heaven جنت اور دوزخ:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○ (عمران:۱۳۱)

اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔(۳۳)

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ○ (نجم:۱۵) اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ص وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (۳۴)(بقرہ:۳۵)

اور ہم نے حکم دیا اے آدم! تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہائش رکھو اور تم دونوں اس میں سے جو چاہو، جہاں سے چاہو، کھاؤ مگر اس درخت کے قریب نہ جانا، ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں (شامل) ہو جاؤ گے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ لا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (۳۵)

(عمران:۱۳۳)

اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف تیزی سے بڑھو جس کی وسعت میں سب آسمان اور زمین آ جاتے ہیں، جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (۳۶) (اعراف:۱۹)

اور اے آدم! تم اور تمہاری زوجہ (دونوں) جنت میں سکونت اختیار کرو، سو جہاں سے تم دونوں چاہو کھایا کرو اور (بس) اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم دونوں حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

تخلیق وترکیب زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے:

الفرقان۔۵۹، میں فرمایا:

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ لا اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝

جس نے آسمانی کروں اور زمین کو اور اس (کائنات) کو جو ان دونوں کے درمیان ہے، چھ ادوار میں پیدا فرمایا ☆ پھر وہ (حسبِ شان) عرش پر جلوہ افروز ہوا (وہ) رحمان ہے (اے معرفتِ حق کے طالب) تو اس کے بارے میں کسی باخبر سے پوچھ (بے خبر اس کا حال نہیں جانتے)۔

☆ ستۃ ایام سے مراد چھ ادوارِ تخلیق ہیں۔ معروف معنی میں چھ دن نہیں کیونکہ یہاں تو خود زمین اور جملہ آسمانی کروں، کہکشاؤں، ستاروں، سیاروں اور خلاؤں کی پیدائش کا زمانہ بیان ہو رہا ہے۔ اُس وقت رات اور دن کا وجود کہاں تھا؟) سورۃ الانبیاء میں جملہ آسمانی کائنات اور زمین (سب) ایک اکائی کی شکل میں جڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پھاڑ کر جدا کر دیا اور پھر ایک دن اس سماوی کائنات کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے لکھے ہوئے کاغذات کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ جس طرح ہم نے (کائنات) کو پہلی بار پیدا کیا تھا، ہم (اس کے ختم ہو جانے کے بعد) اسی عملِ تخلیق کو دہرائیں گے۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (۳۸) (سورۃ الانبیاء: آیت۔۳۰)

اور کیا کافر لوگوں نے نہیں دیکھا کہ جملہ آسمانی کائنات اور زمین (سب) ایک اکائی کی شکل میں جڑے ہوئے تھے۔ پس ہم نے ان کو پھاڑ کر جدا کر دیا اور ہم نے (زمین پر) پیکرِ حیات (کی زندگی) کی نمود پانی سے کی، تو کیا وہ (قرآن کے بیان کردہ ان حقائق سے آگاہ ہو کر بھی) ایمان نہیں لاتے۔

اور فرمایا:

یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ ط کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ط وَعْدًا عَلَیْنَا ط اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیْنَ o (انبیاء: آیت نمبر ۱۰۴)

اس دن ہم (ساری) سماوی کائنات کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے لکھے ہوئے کاغذات کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلی بار پیدا کیا تھا۔ ہم (اس کے ختم ہو جانے کے بعد) اسی عملِ تخلیق کو دہرائیں گے۔ یہ وعدہ پورا کرنا ہم نے لازم کر لیا ہے۔ ہم (یہ اعادہ) ضرور کرنے والے ہیں۔

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ o (الذاریات۔۴۷)

اور آسمانی کائنات کو ہم نے بڑی قوت کے ذریعے سے بنایا اور یقیناً ہم (اس کائنات) کو وسعت اور پھیلاؤ دیتے جا رہے ہیں۔

وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ o (الغاشیہ:۲۰)

اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ وہ کس طرح (گولائی کے باوجود) بچھائی گئی ہے؟

هُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ج ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ط وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ'' o (بقرہ:۲۹)

وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے، تمہارے لئے پیدا کیا، پھر وہ (کائنات کے) بالائی حصوں کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے انہیں درست کر کے ان کے سات آسمانی طبقات بنا دیئے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ o (زاریات:۴۸)

اور (سطح) زمین کو ہم ہی نے (قابلِ رہائش) فرش بنایا سو ہم کیا خوب سنوارنے اور سیدھا کرنے والے ہیں۔

وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ص وَجَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ o (الانبیاء:۳۱)

اور ہم نے زمین میں مضبوط پہاڑ بنا دیئے تا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ (اپنے مدار میں حرکت کرتے ہوئے) انہیں لے کر کانپنے لگے اور ہم نے اس (زمین) میں کشادہ راستے بنائے تا کہ لوگ (مختلف منزلوں تک پہنچنے کے لئے) راہ پا سکیں۔

فرشتے:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط (۴۱)(بقرہ:۳۰)

اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

جن:

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ o (۴۲)(الحجر:۲۷)

اور اس سے پہلے ہم نے جنوں کو شدید جلا دینے والی آگ سے پیدا کیا جس میں دھواں نہیں تھا۔

جنتی اور ارضی زندگی کا قصہ حضرت آدم اور شیطان:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَاوٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰکُمَا رَبُّکُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَا مَلَکَیْنِ اَوْ تَکُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ o (اعراف:۲۰)

پھر شیطان نے دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ان (کی نظروں) سے پوشیدہ تھیں، ان پر ظاہر کردے اور کہنے لگا: (اے آدم وحوا!) تمہارے رب نے تمہیں اس درخت (کا پھل کھانے) سے نہیں روکا مگر (صرف اس لئے کہ اسے کھانے سے) تم دونوں فرشتے بن جاؤ گے (یعنی علائقِ بشری سے پاک ہو جاؤ گے) یا تم دونوں (اس میں) ہمیشہ رہنے والے بن جاؤ گے (یعنی اس مقامِ قرب سے کبھی محروم نہیں کئے جاؤ گے)۔

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ o (۴۴)(اعراف:۲۱)

اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تمہارے خیرخواہوں میں سے ہوں۔

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ج فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ط وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَکُمَا عَنْ تِلْکُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّکُمَآ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ o (اعراف:۲۲)

پس وہ فریب کے ذریعے دونوں کو (درخت کا پھل کھانے تک) اتار لایا، سو جب دونوں نے درخت (کے پھل) کو چکھ لیا تو دونوں کی شرمگاہیں ان کے لئے ظاہر ہو گئیں اور دونوں اپنے (بدن کے) اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے تو ان کے رب نے ان کو ندا فرمائی کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت (کے قریب جانے) سے روکا نہ تھا اور تم سے یہ (نہ) فرمایا تھا کہ بے شک شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (اعراف:۲۴)

ارشادِ باری ہوا: تم (سب) نیچے اتر جاؤ۔ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں معین مدت تک جائے سکونت اور متاعِ حیات (مقرر) کر دیئے گئے ہیں۔ گویا تمہیں زمین میں قیام و معاش کے دو بنیادی حق دے کر اتارا جا رہا ہے، اس پر اپنا نظامِ زندگی استوار کرنا۔

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝ (اعراف:۲۵)

فرمایا: تم اسی (زمین) میں زندگی گزارو گے اور اسی میں مرو گے اور (قیامت کے روز) اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ط وَلِبَاسُ التَّقْوٰى لا ذٰلِكَ خَيْرٌ ط ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ (اعراف:۲۶)

اے اولادِ آدم! بے شک ہم نے تمہارے لئے (ایسا) لباس اتارا ہے جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپائے اور (تمہیں) زینت بخشے اور (اس ظاہری لباس کے ساتھ ایک باطنی لباس بھی اتارا ہے اور وہی) تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے۔ یہ (ظاہر و باطن کے لباس سب) اللہ کی نشانیاں ہیں تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ط اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ط اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (اعراف:۲۷)

اے اولادِ آدم! (کہیں) تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان سے ان کا لباس اتروا دیا تاکہ انہیں ان کی شرمگاہیں دکھا دے۔ بے شک وہ (خود) اور اس کا قبیلہ تمہیں (ایسی ایسی جگہوں سے) دیکھتا (رہتا) ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو ایسے لوگوں کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔

تخلیق حیوانات، چرند پرند اور آبی مخلوقات۔ دیگر حشرات الارض اور پانی، ہوا، بادل، آگ، پہاڑ، جنگلات و نباتات:

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًام بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ط حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ط كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

اور وہی ہے جو اپنی رحمت (یعنی بارش) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ

(ہوائیں) بھاری بھاری بادلوں کو اٹھالاتی ہیں تو ہم ان (بادلوں) کو کسی مردہ (یعنی بے آب وگیاہ) شہر کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم اس (بادل) سے پانی برساتے ہیں۔ پھر ہم اس (پانی) کے ذریعے (زمین سے) ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔ اسی طرح ہم (روزِ قیامت) مردوں کو (قبروں سے) نکالیں گے تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ٥ (الغاشیہ:۱۹)

اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ وہ کس طرح (زمین سے ابھار کر) کھڑے کئے گئے ہیں؟

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ج وَالَّذِىْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ط كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ٥ (اعراف:۵۸)

اور جو اچھی (یعنی زرخیز) زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے (خوب) نکلتا ہے اور جو (زمین) خراب ہے (اس سے) تھوڑی سی بے فائدہ چیز کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ اسی طرح ہم (اپنی) آیتیں (یعنی دلائل اور نشانیاں) ان لوگوں کے لئے بار بار بیان کرتے ہیں جو شکر گزار ہیں۔

اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ص وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ٥ (بقرہ:۱۶۴)

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کی گردش میں اور ان جہازوں (اور کشتیوں) میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھا کر چلتی ہیں اور اس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اُتارتا ہے، پھر اس کے ذریعے زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے (وہ زمین) جس میں اس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے ہیں اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (حکمِ الٰہی کا) پابند (ہو کر چلتا) ہے (ان میں) عقلمندوں کے لئے (قدرتِ الٰہی کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ٥ (۵۲)(الغاشیہ:۱۷)

(منکرین تعجب کرتے ہیں کہ جنت میں یہ سب کچھ کیسے بن جائے گا تو) کیا یہ لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح (عجیب ساخت پر) بنایا گیا ہے؟

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ٥ (۵۳)(الحجر:۱۶)

اور بے شک ہم نے آسمان میں (کہکشاؤں کی صورت میں ستاروں کی حفاظت کے لئے) قلعے بنائے اور ہم نے اس (خلائی کائنات) کو دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کر دیا۔

حکم و تدبیر کائنات کا نظام اور قرآن:

The Sole Authority and System of the Universe

اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے اور وہی عظیم تختِ اقتدار کا مالک ہے۔ جس کا سب کچھ ہے اور سب کچھ اس کے لئے ہے۔ اور اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اسلام کا تصور بدع و تخلیق کائنات اور حکم و تدبیر کے نظام سے متعلق مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی سے ملاحظہ کیجئے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا o (الفرقان:۶۱)

وہی بڑی برکت و عظمت والا ہے جس نے آسمانی کائنات میں (کہکشاؤں کی شکل میں) سماوی کروں کی وسیع منزلیں بنائیں اور اس میں (سورج کو روشنی اور تپش دینے والا) اور وہی ذات ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے گردش کرنے والا بنایا۔ اس کے لئے جو غور و فکر کرنا چاہے، یا شکر گزاری کا ارادہ کرے (ان تخلیقی قدرتوں میں نصیحت و ہدایت ہے)۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ط وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ ج وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ o (۵۵) (سورۃ الانعام:۱۰۱)

وہی آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے۔ بھلا اس کی اولا کیونکر ہو سکتی ہے؟ حالانکہ اس کی بیوی (ہی) نہیں ہے، اور اسی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قف یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا لا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ م بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ o (اعراف:۵۴)

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین (کی کائنات) کو چھ مدتوں (یعنی چھ ادوار) میں پیدا فرمایا، پھر (اپنی شان کے مطابق) عرش پر استواء (یعنی اس کائنات میں اپنے حکم و اقتدار کے نظام کا اجراء) فرمایا۔ وہی رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے (درآنحالیکہ دن رات میں سے) ہر ایک دوسرے کے تعاقب میں تیزی سے لگا رہتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (سب) اسی کے حکم (سے ایک نظام) کے پابند بنا دیئے گئے ہیں۔ خبردار! (ہر چیز کی) تخلیق اور حکم و تدبیر کا نظام چلانا اسی کا کام ہے۔ اللہ بڑی برکت والا ہے جو

تمام جہانوں کی (تدریجاً) پرورش فرمانے والا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ط یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ ○ (۵۷)

(رعد: آیت ۲)

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے (خلا میں) بلند فرمایا (جیسا کہ) تم دیکھ رہے ہو۔ پھر (پوری کائنات پر محیط اپنے) تختِ اقتدار پر (اپنی شان کے لائق) متمکن ہوا اور اس نے سورج اور چاند کو نظام کا پابند بنا دیا۔ ہر ایک اپنی مقررہ میعاد (میں مسافت مکمل کرنے) کے لئے (اپنے اپنے مدار میں) چلتا ہے، وہی (ساری کائنات کے) پورے نظام کی تدبیر فرماتا ہے، (سب) نشانیوں (یا قوانینِ فطرت) کو تفصیلاً واضح فرماتا ہے تاکہ تم اپنے رب کے روبرو حاضر ہونے کا یقین کرلو۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ج وَّهُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ○ (۵۸) (الانبیاء: ۳۲)

اور ہم نے سماء (یعنی زمین کے بالائی کروں) کو محفوظ چھت بنایا (تاکہ اہل زمین کو خلا سے آنے والی مہلک قوتوں اور جارحانہ لہروں کے مضر اثرات سے بچائیں) اور وہ ان (سماوی طبقات کی) نشانیوں سے روگرداں ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ○ (۵۹) (الانبیاء: ۳۳)

اور وہی (اللہ) ہے جس نے رات اور دن کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو (بھی)، تمام (آسمانی کرے) اپنے اپنے مدار کے اندر تیزی سے تیرتے چلے جاتے ہیں۔

خلاصہ:

ان آیاتِ قرآنی میں خالقِ کائنات نے تخلیقِ کائنات کے وقت اور جگہ کی مجموعی تفصیل بیان فرمادی ہے۔ سورۃ حٰم السجدہ کی آیات ۹ سے ۱۴ تک کے مطالب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمین بنائی گئی۔ بعد میں کائنات بنائی گئی جو کہ پہلے دخان یعنی دھواں تھی۔ حالانکہ ان آیات کا سارا سیاق و سباق صرف زمین اور زمین کی فضاؤں اور کروں کے متعلق اور زمین کی اپنی مناسبت، توازن اور پیداوار کے بارے میں ہے اور یہ آیات زمین اور اس سے منسلک بلندیوں کی تخلیق کے بارے میں انسان کو انتہائی اہم بنیادی آگاہی فراہم کرتی ہیں۔ فرمانِ مالکِ کل ہے:

قُلْ اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ط ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (۶۰) (حٰم سجدہ: ۹)

ان سے پوچھو کہ کیا تم (اُس اللہ کا) انکار کرتے ہو (جس کی قوتوں کا یہ عالم ہے) کہ اُس نے زمین کو وقت کے

دو مراحل میں سے گزار کر (موجودہ شکل میں) تخلیق کیا۔ اور تم ہو کہ اس کے اختیار و اقتدار میں دوسری ہستیوں کو شریک سمجھتے ہو۔ حالانکہ یہ اللہ تو وہ ہے جو سارے عالمین کی نشوونما کر رہا ہے۔

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ط سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ o (حٰم سجدہ:۱۰)

اور اُس نے اس میں (یعنی زمین کے اندر اور) اس کے اوپر پہاڑ بنا دیئے۔ اور اُن میں ثبات و استحکام رکھا اور نشوونما کا سامان دینے کے لئے مددگار بنایا (بٰرَکَ)۔ اور اس میں (یعنی زمین میں) ان کی غذائیں اپنی مناسبت کے پیمانے کے لحاظ سے وقت کے چار مراحل سے گزر کر (موجودہ شکل میں آئیں) جو تمام ضرورت مندوں کے لئے (اُن کے اپنے اپنے لحاظ سے) یکساں (طور پر قابلِ استعمال ہوتی ہیں)۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ط قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ o (حٰم سجدہ:۱۱)

(لیکن مراحل کے لحاظ سے یوں ہے کہ زمین کے اردگرد) کی طرف (کو زمین کے لئے موزوں کر دیا گیا) جو ایک دخان یعنی دھواں دھواں تھی۔ پھر اُسے اُس کی ذات میں موجود قوتوں کو صحیح تناسب کے ساتھ مضبوط کر دیا گیا (استویٰ)۔ پھر اللہ نے اس سے (یعنی موزوں شدہ فضا سے) اور زمین سے کہا: کہ تم خوشی یا ناخوشی سے دونوں آ جاؤ (یعنی تم دونوں کا تعلق قائم کر دیا گیا ہے جو اللہ کے ان قوانین کے تابع ہے جو اس تعلق کے لئے مقرر کردہ ہیں)۔ اُن دونوں نے کہا: ہم دونوں خوشی سے آ چکے ہیں (یعنی یہ ممکن نہیں کہ ان قوانین سے ہم سرتابی کریں، کیونکہ انہوں نے ہمیں اس حالت کے لئے موزوں کر رکھا ہے)۔

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ط وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ صلے ق وَحِفْظًا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ o (حٰم سجدہ:۱۲)

پھر اُس نے (زمین سے منسلک اس موزوں شدہ فضا میں دو مراحل میں متعدد کروں کو اپنی اپنی جہت کے مطابق مضبوط و مستحکم کر کے نافذ کر دیا (قضٰھن) اور ہر کرے کو اس کے کام کی وحی کر دی (یعنی ہر کرے کے لئے اس کی اپنی اپنی ذمہ داری ہے کہ اس نے کون سی تخریبی قوتوں کو زمین تک آنے سے روکنا ہے اور کون سی تعمیری قوتوں کو زمین تک آنے دینا ہے، اور اس کے بارے میں قوانین مقرر کر دیئے)۔ اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے آراستہ کر دیا (یعنی دنیا میں زمین کی بالائی فضا کی طرف جہاں تک نگاہ جاتی ہے، جگمگاتے ہوئے اجرامِ فلکی چراغوں کی طرح نظر آتے ہیں)۔ اور (اس سارے نظام کو) محفوظ کیا گیا۔ یہ (سب کچھ اُس اللہ کے) مناسبت کے پیمانوں کے مطابق طے پایا جو تمام قوتوں اور غلبے کا مالک ہے اور ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ (حٰم سجدہ:۱۳)

(چنانچہ جس طرح اللہ نے زمین اور اِس سے منسلک آسمان بلکہ ساری کائنات کے لیئے اُن کے اندر قوانین وحی کر رکھے ہیں، کہ انہوں نے زندگی کیسے بسر کرنی ہے۔۱/۷۵۔ اسی طرح اُس نے انسانوں کے لیئے بھی زندگی کے قوانین مقرر کر دیئے اور انہیں وحی کے ذریعے ان تک پہنچا دیا ہے۔ پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو اُن سے کہہ دو! کہ میں تمہیں آگاہی دے رہا ہوں کہ تمہاری غلط روش تمہیں تباہیوں تک لے جائے گی۔ (ایسی تباہی کہ) جس طرح درہم برہم کر دینے والی کڑک، جس کڑک نے کہ عاد اور ثمود (کی قوموں کو عذاب کے طور پر اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور انہیں تباہ کر کے رکھ دیا تھا)۔

اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ (۶۱) (حٰم سجدہ:۱۴)

جب اُن کی طرف، اُن کے آگے اور پیچھے سے اللہ کے رسول آئے (یعنی اُن کے پاس رسول آئے، ان کے اپنے ملک میں بھی رسول آئے اور گردو پیش کے ممالک میں بھی رسول آتے رہے اور انہوں نے ان سے کہا کہ) تم اللہ کے سوا کسی اور کی غلامی و اطاعت اختیار نہ کرو تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا! کہ اگر ہمارا رب (ہماری طرف وحی بھیجنا) چاہتا تو وہ ضرور فرشتے نازل کر دیتا (جنہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے۔ لیکن تم تو ہمارے جیسے انسان ہو)۔ اس لئے ہم (ان پیغامات کو) جن کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو، تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

تخلیقِ انسان کے بارے میں سورۂ مومن کی آیات ۶۷ سے ۷۱ میں فرمایا یہ کہ وہ اللہ جو زندگی عطا کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ جس نے تمہاری تخلیق مٹی سے کی۔ (پھر زندگی کو مختلف مراحل سے گزارتے ہوئے، یہ ہے اللہ کا طریقہ وقانون، جس کے اٹل اور یقینی ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو اللہ کے احکام وقوانین میں جھگڑے نکالتے رہتے ہیں۔ یہ تفصیل کی مندرجہ آیات میں بیان فرمادی۔ قولِ حق تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (۶۲) (المومن:۶۷)

یہ ہے وہ اللہ جس نے تمہاری تخلیق مٹی سے کی (پھر زندگی کو مختلف مراحل سے گزارتے ہوئے، اسے اس منزل تک لے آیا، جہاں پیدائش) نطفہ کے ذریعے سے ہوتی ہے پھر (اس نطفے کو ماں کے رحم میں) ایک جونک کی قسم کا لوتھڑا بنایا۔ پھر وہ تمہیں بچہ (کی شکل میں نکالتا ہے۔ پھر تم جوانی کی عمر تک پہنچتے ہو۔ پھر تم بوڑھے

ہو جاتے ہو۔ اور تم میں سے کوئی (بڑھاپے سے) پہلے ہی وفات پا جاتا ہے۔ اور (یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے) تا کہ تم (اپنی اپنی) مقررہ میعاد تک پہنچ جاؤ اور تا کہ تم عقل استعمال کرو (اور سوچو کہ زندگی مل گئی ہے تو اسے گزارنا کیسے ہے)۔

هُوَ الَّذِىْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (المومن:۶۸)

یہ ہے وہ اللہ جو زندگی عطا کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ (اس کی قوتوں کا یہ عالم ہے) کہ پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ صرف اتنا کہتا ہے کہ اس کے لئے ہو جا تو پھر وہ ہو جاتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ○ (المومن:۶۹)

لیکن کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو اللہ کے احکام و قوانین میں جھگڑے نکالتے رہتے ہیں۔ (ذرا ان سے پوچھو کہ یہ اللہ کے قوانین کا راستہ چھوڑ کر) کون سا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں؟

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○ (المومن:۷۰)

یہ وہ لوگ ہیں جو اس ضابطۂ حیات (یعنی قرآن) کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اس (آگاہی کو جھٹلاتے ہیں) جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا۔ (اگر ان کا رویہ یہی رہا تو) پھر وہ وقت زیادہ دُور نہیں ہے جب (اس کے نتائج کا) ان کو علم ہو جائے گا۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ○ (۶۲) (المومن:۷۱)

(نتیجہ یہ ہوگا کہ) اس وقت ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے (جہنم کی طرف) گھسیٹے جائیں گے۔

یہ منزل اہل حق کو ایمان باللہ، صدق و صبر، ادب رسول ﷺ، انفاق فی سبیل اللہ اور پچھلی رات کے استغفار سے حاصل ہوتی ہے۔ ان قرآنی علوم سے درج بالا سوالات کے حصول کے لئے مندرجہ ذیل کی ضرورت ہوتی ہے۔

اخلاصِ نیت کے ساتھ ہر کام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جائے جیسے:

انما الاعمال بالنیات (بخاری) (۶۳)۔

یعنی: کوئی کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔

Actions are judged by motives, and A man

shall hae what he intends... Bukhari

اس کام کے عمل کی صورت سنت رسول عربی ﷺ کے مطابق ہو، جیسے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ (الاحزاب:۲۱)

اپنی پوری طاقت اور کوشش کے ساتھ ہر کام انجام دیا جائے جیسے **الا ما ستطعتم**۔الحدیث۔

﴿باقاعدگی کے ساتھ آخری سانس تک یہ عمل جاری و ساری رہے۔جیسے:

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ○ (۶۴)

اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں، یہاں تک کہ آپ کو (آپ کی شان کے لائق) مقامِ یقین مل جائے (یعنی انشراحِ کامل نصیب ہو جائے یا لمحۂ وصالِ حق)۔

تقویٰ توکل اور صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اجر کامل کا یقین مرتے دم تک رہے۔یہی کامیاب اور بامراد زندگی کا راستہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ تخلیق کائنات، ہارون یحیٰی، مترجم ڈاکٹر صادق رضاوی، اکرم پریس، بلال گنج لاہور، ص:۱۶۔

۲۔ عرفان القرآن۔ مترجم محمد طاہر القادری، القرآن پرنٹرز لاہور، اپریل ۲۰۰۰ء۔

۳۔ قرآنی معلومات، عبدالوحید خان (گروپ کیپٹن۔ر) www.islam-christianity.com تیسرا ایڈیشن ۲۰۱۲ء۔

۴۔ کائنات، انسان اور مذہب، رحمان فیض، مکتبہ عنادیم، پاکستان جی ٹی روڈ، سادھوکے، ضلع گوجرانوالہ، جنوری ۲۰۰۳ء، ص:۳۰۔

۵۔ صحیح بخاری شریف، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، مترجم، وحید الزمان، مکتبہ رحمانیہ، اقراء سنٹر، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار لاہور، نومبر ۱۹۹۹ء

۶۔ معارف القرآن، محمد شفیع مفتی، ادارہ المعارف، کراچی، جنوری ۲۰۱۲ء۔

۷۔ ایضاً۔

۸۔ تفہیم القرآن، ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن، لاہور، مارچ ۲۰۰۹ء۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ تفسیر ابن کثیر۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ ایضاً۔

۱۳۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، احمد رضا خان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

۱۴۔ ایضاً۔

۱۵۔ ایضاً۔

۱۶۔ ایضاً۔

۱۷۔ عرفان القرآن، مترجم محمد وجیہ السیما عرفانی، سندر پرنٹرز، فیصل آباد، اپریل ۲۰۱۲ء۔

۱۸۔ ایضاً۔

۱۹۔ تفسیر نعیمی، احمد یار خان نعیمی، مکتبہ اسلامیہ، ۴۰، اردو بازار لاہور۔

۲۰۔ ایضاً۔

۲۱۔ عرفان القرآن، مترجم محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پرنٹرز لاہور، اپریل ۲۰۰۰ء۔

۲۲۔ ایضاً۔

۲۳۔ ایضاً۔

۲۴۔ ایضاً۔

۲۵۔ ایضاً۔

۲۶۔ قرآن حکیم، مترجم شبیر احمد، قرآن اسان تحریک نور پرنٹر لاہور، نومبر ۲۰۰۱ء۔

۲۷۔ ایضاً۔

۲۸۔ تفسیر احسن البیان، صلاح الدین یوسف، دارالسلام ۵۰، لائر مال لاہور، چوتھا ایڈیشن ۱۹۹۸ء۔

۲۹۔ ایضاً۔

۳۰۔ ایضاً۔

۳۱۔ ایضاً۔

۳۲۔ The meaning of Holy Quran, Abdullah Yousuf Ali, Amna Publications, Maryland, USA 2004

۳۳۔ عرفان القرآن، مترجم محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پرنٹرز لاہور، اپریل ۲۰۰۰ء۔

۳۴۔ ایضاً۔

۳۵۔ ایضاً۔

۳۶۔ ایضاً۔

۳۷۔ قرآن بالتحقیق، مترجم عمر شبیر (کرنل ۔ر)، منزل پبلی کیشنز ۱۸۶، تیسری منزل، نیوانارکلی لاہور ۲۰۱۱ء۔

۳۸۔ ایضاً۔

۳۹۔ عرفان القرآن، مترجم محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پرنٹرز لاہور، اپریل ۲۰۰۰ء۔

۴۰۔ ایضاً۔

۴۱۔ ایضاً۔

۴۲۔ ایضاً۔

۴۳۔ ایضاً۔

۴۴۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، احمد رضا خان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

۴۵۔ ایضاً۔

۴۶۔ ایضاً۔

۴۷۔ ایضاً۔

۴۸۔ معارف القرآن، محمد شفیع، مفتی، ادارۃ المعارف، کراچی، جنوری ۲۰۱۲ء۔

۴۹۔ ایضاً۔

۵۰۔ ایضاً۔

۵۱۔ ایضاً۔

۵۲۔ ایضاً۔

۵۳۔ ایضاً۔

۵۴۔ عرفان القرآن، مترجم محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پرنٹرز لاہور، اپریل ۲۰۰۰ء۔

۵۵۔ ایضاً۔

۵۶۔ ایضاً۔

۵۷۔ ایضاً۔

۵۸۔ ایضاً۔

۵۹۔ ایضاً۔

۶۰۔ قرآن بالتحقیق، مترجم عمر شبیر (کرنل۔ر) منزل پبلی کیشنز، ۱۸۶، تیسری منزل، نیو انارکلی لاہور ۲۰۱۱ء۔

۶۱۔ ایضاً۔

۶۲۔ ایضاً۔

۶۳۔ صحیح بخاری شریف، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، مترجم وحید الزمان، مکتبہ رحمانیہ، اقراء سنٹر، غزنی اسٹریٹ، اُردو بازار لاہور نومبر ۱۹۹۹ء۔

۶۴۔ عرفان القرآن، مترجم محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پرنٹرز لاہور، اپریل ۲۰۰۰ء۔

اسلام اور مذاہبِ عالم میں خواتین کا مقام: تقابلی جائزہ

ڈاکٹر محمد زید ملک •

Abstract

The world is still struggling to get the basic human rights while Islam has already given these rights and even more, fourteen centuries ago. What are these rights, the world has yet to know. The uniqueness of Islam in giving rights to the people was that it did not only enact laws containing the human rights rather it literally enforced these laws successfully upon the people and the people happily enjoyed the rights these laws contained.

While talking about the status of women in Islam and other religions, it will be necessary to talk about those rights, if there were any, which the women enjoyed, before the advent of Islam. It will certainly need a careful comparison between the two periods; before and after the blessed coming of Prophet Muhammad, peace be upon him. The author will try to mention the situation of women before Islam in the so called civilized nations of that time, including Persian Empire, Roman empire, India and Arabia, who represented the fire worshippers, Jews, Christians and the Pagans of Arabia. In the end the author will shed light over the social status and the rights Islam gave to women.

• Assistant Professor, King Saud University, Riyadh, Saudi Arabia, Zaidmalik@gmail.com

اسلام اور مذاہبِ عالم میں خواتین کا مقام: تقابلی جائزہ

ڈاکٹر محمد زید ملک

ہم جب اقوام عالم کے سامنے اپنے دین کی بات کرتے ہیں تو ہمارا رویہ معذرت خواہانہ ہوتا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں مگر ایک بہت بڑی وجہ جو میری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم نیم خواندہ ہیں (Half Educated) ہیں۔

اس کی وجہ ہمارے نظام تعلیم میں دو متوازی دھارے ہیں جو ساتھ ساتھ چل رہے ہیں مگر ایک دوسرے سے لاتعلق، ایک دھارا دینی تعلیم کا ہے جو ہمارے مدارس میں دی جاتی ہے اور دوسرا دھارا جدید تعلیم کا ہے، جو ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دی جاتی ہے۔ مدارس سے فارغ التحصیل علماء قرآن وسنت کی روشنی سے منور ہیں اور اپنے علم سے جدید دنیا کے مسائل کا حل پیش کرسکتے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ جدید دنیا کے مسائل ہیں کیا؟ اگر چند مسائل کا علم ہو بھی تو جدید دنیا کی متداول زبان سے ناواقفیت انہیں اپنا حل پیش کرنے سے قاصر رکھتی ہے۔ رہے وہ حضرات جو جدید علوم سے آراستہ ہیں، وہ جدید دنیا کے مسائل سے تو واقف ہیں مگر ان کے ہاں ان مسائل کا اسلامی حل موجود نہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی دینی تعلیمات اور اپنے کلچر کو آپس میں گڈ مڈ کر دیتے ہیں۔ عام طور پر ہماری تہذیب وثقافت، ہمارا کلچر اور ہماری روایات، ہمارے دین کے ہی تابع ہوتی ہیں، مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم اپنے دین کو اپنی بعض بے ہودہ روایات کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں اور انہیں روایات کو دین کا رنگ دے کر ان پر عمل کرتے ہیں اور کرواتے ہیں۔ جب دنیا کے سامنے ہم سے ان روایات کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو ہم سے کوئی جواب نہیں بن پاتا اور ہمارا رویہ معذرت خواہانہ بن کے رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے کہ دین میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ "

ترجمہ: اے اہل ایمان! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ اور دیکھو شیطان کے نقش قدم پر مت چلنا۔(1)

1۔ سورۃ البقرۃ، آیت: 208

اسلام سے پہلے مذاہبِ عالم کا خواتین سے رویہ:

اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے خواتین کو کیا حقوق ملے تو اس سے پہلے یہ جاننا ضروری ہو گا کہ آپؐ کی آمد مبارک سے پہلے اس دنیا میں خواتین کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا تھا۔ اس کے لیے ہمیں تاریخ حقوق نسواں پر ایک نظر دوڑانی ہو گی۔

ہندو مت:

ہندو مت دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے۔ ہندو انڈیا مین خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جاتا تھا، ہندو مت میں بیوی اپنے خاوند کی لونڈی شمار ہوتی ہے اور اس کا خاوند آقا کی حیثیت پاتا ہے۔[2] ایک کٹر ہندو گھرانہ کی عورت اگر بیوہ ہو جائے تو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ اسے اپنے مردہ پتی (شوہر) کے ساتھ زندہ جلا دیا جائے اور اس رسم کو "ستّی" کہا جاتا ہے[3]۔ اس عورت کو "زیب" نہیں دیتا کہ وہ خاوند کے مر جانے کے بعد زندہ رہے، اسے بھی مر جانا چاہیے۔

اس کے برعکس اسلام نے عورت کو حکم دیا ہے کہ اگر اس کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ چار ماہ اور دس دن تک سوگ منائے اور اس کے بعد اگر چاہے تو کسی سے بھی شادی کر لے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ"

---

2 ۔ دیکھیے: Haifaa A. Jawad, The Rights of Women in Islam. An-Authentic Approached, Macmillan Press Ltd. London, 1998, p.100

3 ۔ ستی کی رسم 1987 میں ایک قانون کے ذریعے ختم کی گئی۔ اس قانون کو Commission of Sati Prevention Act 1987 کہا جاتا ہے۔
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: Monica Chawla Gender Justice- Women and Law in Inida, Deep+Deep Publisher, New Delhi, 2006, p.3.

ترجمہ: جو لوگ مر جائیں تم میں سے اور چھوڑ جائیں بیویاں تو روکے رکھیں وہ اپنے آپ کو (نکاح سے) چار مہینے اور دس دن، پھر جب پوری کر چکیں وہ اپنی عدّت تو نہیں کچھ گناہ تم پر اس اقدام کا جو وہ کریں اپنے حق میں، دستور کے مطابق اور اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔[4]

ہندو مت میں عورت کو باعثِ شرمندگی تصور کیا جاتا ہے[5]۔ کوشش کی جاتی ہے کہ لڑکی کو پیدائش کے وقت ہی مار دیا جائے۔ تامل ناڈو اور راجستھان وغیرہ جیسی ریاستوں میں ایسے بورڈ اور پوسٹر نظر آتے ہیں جن پر لکھا ہوتا ہے پانچ سو روپے خرچ کریں اور پانچ لاکھ روپے کمائیں۔ یعنی طبی معائنے پر پانچ روپے خرچ کریں اور اگر حمل میں بیٹی ہو تو حمل ضائع کروا کر بیٹی کی پرورش اور بعد ازاں جہیز پر خرچ ہونے والے لاکھوں روپے بچالیں۔ تامل ناڈو کے سرکاری ہسپتالوں کی رپورٹ کے مطابق ہر دس میں سے پانچ بیٹیوں کو قتل کیا جاتا ہے۔[6] انڈیا مین ایک لفظ بطور گالی کے استعمال ہوتا ہے۔ وہاں پر خاص وعام اس لفظ کو گالی ہی سمجھتے ہیں۔ یہ لفظ "سالا" ہے۔ ہندو مت کے علاوہ دنیا کے تمام مذاہب اور کلچر اس رشتے کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اردو اور فارسی زبانوں میں اسے "برادرِ نسبتی" کہتے ہیں یا یوں کہ فلاں میرے "سالے صاحب" ہیں۔ انگریزی زبان بولنے والے بھی اس رشتے کو احترام سے دیکھتے ہوئے قانونی بھائی (Brother in Law) کا نام دیتے ہیں۔

صرف ایک ہندو قوم ہی ہے جو اس محترم رشتے کو باعثِ شرم سمجھتے ہوئے اس لفظ "سالا" کو بطور گالی استعمال کرتی ہے۔

مجوسیت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے جو اقوام اس دنیا میں آباد تھیں اُن میں دو عظیم سلطنتیں (سپر پاورز) شمار ہوتی تھیں "ایران اور روم"۔

---

4. سورۃ البقرۃ، آیت: 234

5. العقاد، عباس محمود، المراۃ فی القرآن الکریم، دار الہلال، قاہرہ، 1959ء، ص: 87۔

6. ڈاکٹر ذاکر نائیک، خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک (اسلام میں عورت کے معاشرتی حقوق، دار النوادر، لاہور، 2008، ص 32

آتش پرست ایران میں عورت کی حیثیت ایک قابل فروخت مال(Commodity) کی تھی جیسے آج آپ اپنی گھڑی یا کار وغیرہ کسی کو بھی بیچ سکتے ہیں اسی طرح آپ قدیم ایران میں اپنی بیوی کو بھی فروخت کر سکتے تھے۔[7]

آتش پرست مجوسیوں کے ہاں ان رشتہ داروں سے بھی نکاح کیا جاتا ہے جن سے نکاح تمام دیگر شرائع میں حرام ہے۔

احادیث مبارکہ میں ہمیں اس طرف اشارہ ملتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام گورنروں کو خطوط لکھے جس میں مندرجہ ذیل عبارت تھی:

"فرقوا بين كل ذی محرم من المجوس"

یعنی ان تمام مجوسیوں کے نکاح فسخ کر دیے جائیں جنھوں نے ان عورتوں سے نکاح کیے ہوئے ہیں جن سے نکاح کرنا اسلامی شریعت میں حرام ہے۔ [صحیح بخاری، باب الجزیہ، جلد10، ص412]۔

یہودیت:

توریت میں بہت وضاحت کے آیا ہے کہ عورت ایک سزا یافتہ مخلوق ہے جسے اللہ نے عذاب میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ توریت میں لکھا ہے:

"پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاوں گا۔ تو درد کے ساتھ بچے جنے گی۔"

[کتابِ مقدس، پیدائش، باب 3، آیت16]۔

جبکہ قرآن اسی تکلیف کو عورت کی عظمت قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

ووصينا الإنسان بوالديه حملته أمه وهنا على وهن وفصاله فى عامين أن اشكر لى ولوالديك

7۔ دیکھیے: مودودیؒ ابوالاعلیٰ، پردہ، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، 1976ء، ص2۔

"اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ اپنے والدین سے اچھا سلوک کرے، اس کی ماں نے اسے حمل کی حالت میں اٹھایا مشقتیں جھیلتے ہوئے، اور دو سال تک دودھ پلایا۔ ہم نے اسے نصیحت کی کہ شکر گزار رہ میرا اور اپنے والدین کا۔" [سورہ لقمان، آیت 14]۔

عیسائیت:

رومن ایمپائر عیسائیت کی علمبردار تھی، عیسائیت میں عورت کو برائی کی جڑ سمجھا جاتا ہے[8]۔ عیسائیت یہ پرچار کرتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالنے میں عورت کا ہاتھ تھا[9] جبکہ قرآن کریم نے واضح الفاظ میں بتادیا ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام اور حضرت آدم علیہ السلام دونوں کو شیطان نے بہکایا اور دونوں اس کے دھوکے میں آئے اور پھر دونوں نے اللہ کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگی اور اللہ نے معافی عطا کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ "

ترجمہ: پھر پھسلا دیا ان دونوں کو شیطان نے اُس درخت کی ترغیب دے کر، بالآخر نکلوا دیا دونوں کو اس عیش و آرام سے، جس میں وہ تھے۔[10]

سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوا:

"وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۝ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝"

8۔ دیکھیے: العقاد، المرأۃ فی القرآن الکریم، دار الہلال، قاہرہ، 1959ء، ص 87

9۔ دیکھیے: بائبل، کتاب پیدائش، باب ۳، آیت 1-16

10۔ سورۃ البقرۃ، الآیۃ: 36

ترجمہ: اور قسم کھائی شیطان نے ان دونوں کے سامنے کہ یقین کرو میں تم دونوں کا حقیقی خیر خواہ ہوں۔ پھر رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا ان دونوں کو دھوکہ دے کر۔ پھر جب چکھا ان دونوں نے مزہ اس درخت کا، تو کھل گئے ان کے سامنے ان کے ستر اور لگے وہ ڈھانپنے اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے اور پکارا انہیں ان کے رب نے کیا نہیں روکا تھا میں نے تمہیں اس درخت کے پاس جانے سے؟ اور (نہ) کہا تھا تم سے کہ یقیناً شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے؟ وہ دونوں بولے اے ہمارے رب ظلم کیا ہم نے اپنے اوپر اور اگر نہ بخشا تو نے ہمیں اور (نہ) رحم فرمایا ہم پر تو یقیناً ہو جائیں گے ہم خسارہ اُٹھانے والوں میں سے"۔[11]

رومن ایمپائر میں خواتین کو حقوق ملکیت سے محروم رکھا گیا تھا[12]۔ آتش پرست ایران کی طرح عیسائی رومن ایمپائر میں بھی خاتون بذات خود مرد کی ملکیت شمار ہوتی تھی[13]۔ مشہور سماجی عالم (Socialogist) ہربرٹ سپنسر (Herbert Spencer) اپنی کتاب (Sociology) میں لکھتا ہے۔

"فرانس میں سن 586ء میں ایک سمپوزیم (Symposium) ہوا جس کا عنوان یہ تھا کہ آیا عورت ایک ذی روح مخلوق ہے یا اس میں روح کا وجود نہیں بلکہ یہ ایک ایسی مخلوق ہے جسے صرف مردوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟[14]

چند دنوں کی طویل بحث و تکرار کے بعد تمام عیسائی علماء کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ عورت ذی روح نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی مخلوق ہے جسے صرف مردوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔[15]

برطانیہ میں عورتوں کو جائیداد رکھنے اور اس کی خرید و فروخت کا حق 1870ء میں دیا گیا۔[16]

11۔ سورۃ الاعراف، آیت: 21-23

12۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، پردہ، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، 1976، ص 2

13۔ حوالہ بالا

14۔ ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ، Socio Economic System of Islam ص 229

15۔ العقاد، المرأۃ فی القرآن الکریم، ص 87

16۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک، خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک، دارالنور، لاہور، 2008ء، ص: 25

امریکہ، جو اس وقت مہذب دنیا کا سردار شمار ہوتا ہے، وہاں 1920ء تک خواتین کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ ووٹ کے ذریعے اپنی رائے دے سکیں۔ امریکی آئین میں ایک خصوصی ترمیم 1920ء میں کی گئی جس کی رُو سے خواتین کو ووٹ کا حق دیا گیا[17]۔

اس کے برعکس ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین سے بیعت لی انہیں سیاسی عمل میں شامل رکھا،[18] اور خواتین سے اہم معاملات میں مشورہ فرمایا۔ آغاز نبوت سے لے کر وصال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے مشورہ فرمایا۔ حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ اور حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنھن کے مشورے بہترین مثالیں ہیں۔ آغاز وحی کے فوراً بعد جس ہستی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھارس بندھائی، آپ کو تسلی دی اور حوصلہ افزائی کی وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنھا کی ذات بابرکات ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے بارے میں فرمایا:

"فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام"

ترجمہ: عورتوں پر عائشہ کی فوقیت ایسے ہی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کو فوقیت ہے۔[19]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا کے بارے میں جو واقعہ نقل ہوا ہے وہ انسانی عقل کو حیران کر دیتا ہے۔ صلح حدیبیہ پر دستخط کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ ہم عمرہ نہیں کر رہے ہیں اور یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے احرام اتار دیں اور سر منڈوالیں، یہ خبر صحابہ کرامؓ پر بجلی کی طرح گری، غم اور پریشانی کا یہ عالم تھا کہ صحابہ کرامؓ سکتے میں آگئے اور انہیں کچھ سمجھ نہ آرہی تھی کہ کیا کریں۔ سر منڈوانے کا حکم سننے کے بعد بھی صحابہ کرام اپنی جگہوں پر بیٹھے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ حال دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزرا، آپ اپنے خیمے میں تشریف لائے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے ذکر کیا کہ صحابہ کرام نے آپ کی بات سنی مگر عمل نہیں کیا۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ آپ صحابہ کرام کے

17۔ آئین ریاست ہائے متحدہ امریکہ، ترمیم نمبر 19، ترمیم نمبر 19 کا متن یوں ہے:

Ammendment xix:
(The Proposed amendment was sent to the States June 4, 1919, by the Sixth Congress. It was ratified Aug. 18, 1920.)
[The right of citizen to vote shall not be denied because of sex.]

18۔ خواتین سے بیعت کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے، دیکھیے سورۃ الممتحنہ، آیت: 12

19۔ امام بخاری، صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ، باب الثرید، حدیث نمبر 329، 7/245۔